11/38

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۳؍شوال المکرم ۱۳۸۵ھ
۴؍فروری ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیثُ الرَّسُولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ «لَیْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَیَطَؤُہُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃَ، وَلَیْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِہِمَا اِلَّا عَلَیْہِ الْمَلَائِکَۃُ صَافِّیْنَ تَحْرُسُہُمَا فَیَنْزِلُ بِالسَّبْخَۃِ فَتَرْجُفُ الْمَدِیْنَۃُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ یُخْرِجُ اللّٰہُ مِنْہَا کُلَّ کَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ» رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سوائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اور کوئی شہر ایسا نہ ہوگا۔ جس کو دجال پامال نہ کرے گا۔ اور مکہ اور مدینہ کی گھاٹیوں میں سے کوئی گھاٹی بھی ایسی باقی نہ رہے گی۔ مگر یہ کہ ان پر فرشتے صفیں بنائے حفاظت کرتے ہوں گے۔ دجال مقام سبخہ میں اترے گا جس کی وجہ سے ہر کافر اور منافق مدینہ منورہ سے باہر نکل جائے گا۔ (اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ «یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَہُوْدِ اَصْبَہَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْہِمُ الطَّیَالِسَۃُ» رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی جو طیلسان پوش ہوں گے دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔ (اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے)۔

عَنْ اُمِّ شَرِیْکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّہَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: «لَیَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِی الْجِبَالِ» رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ دجال کے (خوف سے) لوگ پہاڑوں میں بھاگ جائیں گے۔ (مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا ہے)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: «مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ» رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑھ کر کسی کا فتنہ نہ ہوگا۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَا سَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَکْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُہُ، وَاِنَّہُ قَالَ لِیْ: «مَا یَضُرُّکَ» قُلْتُ: اِنَّہُمْ یَقُوْلُوْنَ: اِنَّ مَعَہُ جَبَلُ خُبْزٍ وَنَہْرُ مَاءٍ، قَالَ: ہُوَ اَہْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ دجال کے متعلق جتنے سوالات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں اتنے اور کسی نے نہیں کئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ وہ تجھ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ کہتے ہیں۔ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہریں اس کے ساتھ ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ پر یہ بات اس سے دشوار نہیں ہے (کہ وہ مومنین کو اس سے محفوظ رکھے) (بخاری ومسلم)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ «مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَہُ الْاَعْوَرَ الْکَذَّابَ، اَلَا اِنَّہُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّکُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَیْسَ بِاَعْوَرَ، مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ ک، ف، ر۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنی امتؐ کو کانے کذاب سے ڈرایا ہے خبردار ہو جاؤ کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب تبارک وتعالیٰ یک چشم نہیں ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (قدرتی طور پر ہی) ک، ف، ر (کافر) لکھا ہوگا۔ (بخاری ومسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: «اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِہٖ نَبِیٌّ قَوْمَہُ: اِنَّہُ اَعْوَرُ وَاِنَّہُ یَجِیْءُ مَعَہُ بِمِثَالِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّہَا الْجَنَّۃُ ہِیَ النَّارُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں دجال کے بارے میں تم کو ایک ایسی بات بتلاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ وہ کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ ایک (چیز) مثل جنت کے اور (ایک چیز مثل) دوزخ کے لئے ہوئے ہوگا۔ اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔ (اور اسی طرح اس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ الدَّجَّالَ بَیْنَ ظَہْرَانِی النَّاسِ فَقَالَ: «اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ عَیْنَہُ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ»، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا۔ کہ بے شک اللہ رب العزت یک چشم نہیں ہے۔ ہاں مسیح دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا۔ اور اس کی آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے)

خط وکتابت

کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (مینجر)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۱۳؍شوال المکرم ۱۳۸۵ھ بمطابق ۴؍فروری ۱۹۶۶ء | شمارہ ۳۸

عید کا خلفشار

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تہانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:
حامداً و مصلیاً و مسلماً:

اخباروں میں دو عیدوں اور عید کے ڈیڑھ بجے اعلان پر عجیب خلفشار برپا کی گئی ہے — حکومت کو نوٹس پر نوٹس دئے گئے۔ آخر حکومت کو معذرت اور تحقیقات کا وعدہ بلکہ تحقیق کا آغاز کر دینا پڑا۔ حالانکہ جو بات قابلِ اعتراض تھی اخباروں نے اس سے کوئی سروکار نہیں رکھا اور جو بات صحیح، درست، ناقابلِ اعتراض تھی اس پر ہنگامہ برپا کر دیا گیا۔

اصل قابلِ اعتراض

اوّلین توجہ اور پورے غور و خوض کی بات تو یہ تھی کہ عید بے دینوں کا سا کوئی تہوار نہیں ہے۔ یہ ایک عبادت ہے۔ اور اسلامی تہوار ہے۔ اس کے لئے اسلام نے کچھ شرطیں اور قاعدے مقرر کئے ہیں۔ جس طرح ہر عبادت بغیر اپنی شرطوں اور قاعدوں کے بیکار بلکہ توہین عبادت بن کر گناہِ عظیم اور بعض کے نزدیک کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح عید بھی اپنی شرطوں اور قاعدوں کے بغیر گناہِ عظیم بن جاتی ہے اور خوشی و ثواب کا دن نہیں رنج اور عذاب کا سبب بن کر آ جاتی ہے۔

اسلام کی اس عبادت کو اس کے قاعدوں کے خلاف سرانجام دینے دلانے والے کوئی نیک کام نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اسلامی عبادت اور مسلمانوں کے کارِ ثواب کو کارِ عذاب بنانے کی کوشش میں گناہِ عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس عبادت کے قاعدوں کے باعث عید کا دن ہوتا ہے۔ تو اس میں روزہ رکھنا حرام ہے اگر رمضان کا ہوتا ہے تو عید کرنا حرام اور گناہِ عظیم بن جاتا ہے

اگر کسی غیر اسلامی طریق سے رمضان کے دن کو عید کا دن یا عید کے دن کو رمضان کا دن قرار دیا گیا تو ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک حرام میں سارے ملک کو مبتلا کر کے سب کا گناہ اپنے سر لیا۔ یہ رمضان و عید احکام الٰہی ہیں کھیل نہیں ہیں۔ کہ جو طور طریق چاہے اس کے لئے بنا لیا جائے۔ صحیح طریقہ آخر میں عرض کیا جائیگا اس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ موجودہ صورت حرام کے دونوں خطروں میں سے ایک خالی نہیں ہے جو اسلامی ملک کی اسلامیت کے منافی ہے۔

یہ صورت کہ اطراف ملک سے ٹیلی فون کے ذریعہ خبریں منگا کر فیصلہ کر دیا جائے، اسلامی قواعد کے بالکل خلاف اور خود ساختہ ہے۔ اول تو خبریں منگانے لینے اور فیصلہ کرنے والے اسلامی قواعد سے ناواقف ہیں اس لئے ضروری نہیں ہے کہ ان کے سب کام قواعد اسلام کے مطابق ہوں۔ دوسرے فون پر اطلاع لے کر پہنچانے والے بھی ناواقف۔ وہ یہ اطلاع دیتے ہیں کہ چاند ہوا ہے یہ صرف ایک خبر ہے کہ شہادت اور خبر بھی اس کی دی ہوئی ہے جس نے چاند بچشم خود نہیں دیکھا نہ اسلامی قاعدہ سے اس کی شہادت ہو کر اس کو نقل کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر خود دیکھنے والا بھی فون پر کہے اور شہادت کے اصول کے موافق بھی کہہ دے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بچشمِ خود انتیس تاریخ کی شام کو چاند دیکھا ہے تو بھی ٹیلیفون پر کی شہادت نہ شریعت میں معتبر ہے نہ دنیا بھر کے کسی قانون میں قابل قبول ہے شریعت میں پس پردہ شاہد کی شہادت بھی اس وقت معتبر ہے کہ جب دو معتبر گواہ اس کی گواہی دے دیں کہ بولنے والا فلاں شخص ہے اور ظاہر ہے کہ فون میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ عدالت میں بھی

اگر بڑی سے بڑی شخصیت کا کوئی گواہ گھر بیٹھے کوئی گواہی فون پر دینا چاہے تو کوئی حکومت اس کو روا نہیں رکھتی۔ رجسٹری کے محکمہ میں بھی اگر پردہ دار عورت کوئی بیعنامہ کرتی ہے تو رجسٹرار خود اس سے بیان لیتا ہے اور دو گواہ اس پر لیتا ہے کہ بولنے والی واقعی وہی بالغہ ہے تعجب ہے کہ چند پیسوں کے معاملہ میں تو فون کی گواہی کا کسی عدالت میں اعتبار نہ ہو اور ملک بھر کے حرام و حلال میں اس پر مدار رکھا جائے۔ ایسے بیانات پر جس فیصلہ کا مدار ہوگا اس کو کون عقل صحیح قرار دے سکتی ہے۔ حیرت ان لوگوں پر ہے جو ایسے غلط فیصلے کر کے تمام ملک کے حرام کا گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔ اور روزہ کے دن عید کرا کے روزہ کی عبادت سے یا عید کے دن روزہ کرا کے عید کی عبادت سے روک دیتے ہیں جو قرآنی لفظوں میں ظلم عظیم ہے اور حیرت ان ہوشمندوں پر بھی ہے جو ایسے فیصلوں کی حقیقت کو جان بوجھ کر ان پر عمل کر کے حرام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ اصل بات قابل اعتراض و قابل اصلاح یہ ہے جس سے چشم پوشی سخت خطرناک ہے۔ یہی تحقیقی بات ہے کہ جس کی بنا پر کراچی، لائلپور، راولپنڈی، لاہور وغیرہ میں بہت جگہ عید پیر کے دن ہوئی ہے کہ بے ثبوت فیصلہ پر روزہ قربان کر دینا درست نہیں ہو سکتا تھا۔

دو عیدیں

اخباروں نے دو عیدوں پر عجیب مضحکہ خیز باتیں کیں اور ان کا خوب مذاق اڑایا ہے۔ اور بعض نے تو عجیب منطق بگھاری ہے کہ خدا ایک رسولؐ ایک لہٰذا عید ایک ہونی ضروری ہے۔ اگر یہی منطق چلتی رہی تو شاید نماز بھی پانچ وقت اور کئی رکعت کی جگہ ایک، روزے بھی تیس کی بجائے ایک، تلاوت بھی تیس پاروں کی جگہ ایک، زکوٰۃ بھی ہزاروں روپوں کی جگہ ایک نہ بنا دی جائے۔ اور احکام الٰہی میں سے بھی تمام بالائے طاق کر کے صرف ایک نہ رکھ لیا جائے۔ گو کھانے پینے پہننے برتنے تعلقات و قرابات میں اس پر کوئی عمل نہ کر سکے مگر دین کو کھلونا بنانا تو آسان ہوگا۔

بات دراصل وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ اسلام کے قاعدوں کے مطابق عبادت عبادت ہے ورنہ گناہ ہے۔ جیسے نمازوں میں اول وقت درمیانی اور آخری وقت کے اختلاف کی گنجائش سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور ہر مسجد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دوسری مسجد کے وقت اول، درمیانی یا آخری وقت کی پابندی کرے اور سب کی نمازیں صحیح و درست ہیں۔ اسی طرح جن جن کو جس دن شریعت کے قاعدوں سے رمضان و عید ثابت ہو اس اختلافِ عید کی گنجائش ہے

سب کی عیدیں صحیح اور روزے درست ہیں۔ اس میں اللہ و رسولؐ کی گنجائش کے بعد ترمیم کرنا شریعت میں رد و بدل کرنا ہے۔ اسلامیات کی یہ تحریفیں مسلمانوں سے برداشت نہیں ہو سکتیں۔ جب خدا و رسولؐ نے مسلمانانِ عالم کو اس کی سہولت دی ہے تو اس قدر تنگی اور تبدیلی و ترمیم کا حق کسی کو نہیں ہو سکتا نہ برداشت کے قابل ہے۔

اسلام اور قواعد اسلام سے بے خبری اور دوری اس قدر خطرناک درجے طے کر گئی ہے کہ عید کو غیر مسلموں کے تہواروں پر قیاس کر لیا جاتا ہے اور خدا و رسولؐ کی سہولتوں اور گنجائشوں کو تنگیوں میں تبدیل کرنا آج ملک و ملت کی خدمت قرار دیا جا رہا ہے۔ خیال تو کیجئے کہ نکاح و شادی ایک معاملہ بھی ہے اور عبادت بھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سارے ملک میں اس کے لئے سب کے واسطے ایک ہی دن مقرر ہونا چاہیئے۔ ورنہ تفریق و انتشار پیدا ہو کر اتحاد ملّی کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ فرق اتنا ہی تو ہے کہ وہاں خدا و رسولؐ نے وقت وقت کی گنجائش سب کو دی ہے اور یہاں ۲۹ یا ۳۰ کے بعد کی گنجائش حسب قاعدہ سب کو دی ہے تو نہ وہاں کی تنگی برداشت کے قابل ہو سکتی ہے نہ یہاں کی۔

عیدالاضحیٰ میں قربانی کے لئے دس گیارہ بارہ تین تاریخوں کی گنجائش دی گئی ہے۔ اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ اس سے اتحادِ ملّی پارہ پارہ ہو رہا ہے صرف ایک ہی دن ہونی ضروری ہے یا زکوٰۃ، قضا نماز، قضا روزہ کے لئے اوقات کی گنجائش دی ہوئی ہے۔ اب اگر کوئی کہنے لگے کہ اس سے بھی اتحاد کی دھجیاں اڑتی ہیں۔ صرف ایک دن ایک وقت ان کے لئے مقرر ہونا ضروری ہے تو کیا اس کی عقل کا ماتم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اگر زور چل سکے تو غیر اختیاری امور پیدائش و موت وغیرہ کے لئے بھی صرف ایک دن ایک وقت مقرر کرایا جا سکے تاکہ اختلاف و افتراق مٹ سکے۔ اور اسی طرح تمام عالم کے دینی و دنیوی تمام کاموں کا حال ہے۔ ان کے لئے بھی ایک تاریخ ایک وقت ضروری ہے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ دو عیدوں اور ایک عید پر جو ہنگامہ آرائی کی گئی ہے وہ کہاں تک معقولیت رکھ سکتی ہے۔ اگر واقعی آج کی عقلوں میں ایک ہی دن ہونا اتحاد کا معیار ہے تو دین و دنیا کے تمام اختیاری و غیر اختیاری کاموں میں پہلے ایسا کر لیں پھر کہیں اس کا نام لیں کہ عید ایک دن ہونی ضروری ہے اور خدا و رسولؐ کی اس گنجائش کو اس پابندی میں قید کرنے کی اسکیم بنائی جا سکے۔

ایک عجیب استدلال اور بھی ہے کہ تعطیلات میں اس سے خلل پڑتا ہے تو اس کا تو جواب معمولی ہے کہ ۲۹ر تاریخ کے بعد دو دن کی تعطیل قرار دینی چاہیئے۔ آخر بہت سے ڈے اور غیر شرعی امور میں تعطیلات ہوتی رہتی ہیں اگر ایک دن یہاں زائد تعطیل ہو تو کون سا حرج لازم آ سکے گا — غیر دینی فضولیات میں سے ایک دن کم کر کے بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔

ڈیڑھ بجے اعلان

اس پر بھی اخباروں نے طومار باندھ دیئے ہیں۔ چونکہ خود یہ طریقہ غیر شرعی ہے اس لئے اصل اس طریقہ کو بدلنے کی ضرورت ہے جس کی تشکیل ابھی عرض کی جائے گی۔ لیکن اگر اصول و قواعد کے ساتھ کام ہوتا ہو تو پھر ڈیڑھ بجے شب کو اعلان کرنے میں تو کیا ڈیڑھ بلکہ چار بجے شام کے اعلان میں بھی کوئی خرابی نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں بحمد اللہ ہر چیز کے قاعدے موجود ہیں اگر چاند مقامی لوگوں کو نظر نہیں آیا ہے اور فون سے بھی بہت جگہ سے معلوم ہو گیا کہ نہیں ہوا ہے تو یہ کیا بعید ہے کہ دو چار دس پندرہ گھنٹے بعد دور دراز سے دیکھنے والے آکر شہادت دے دیں یا اگر فوری شہادتیں قابلِ اعتبار نہ ہو سکی ہوں چند گھنٹوں بعد قابل اعتبار شہادتیں میسر آئی ہوں۔ تو کیا ضروری ہو گیا کہ ان گھنٹوں کے بعد ہی اعلان کیا جائے۔ کیونکہ معتبر ثبوت کے بعد وہ دن عید کا دن ہو گیا اس کا روزہ حرام ہو گیا۔ جس وقت ثبوت کامل ہوا روزہ کا حرام ہونا ثابت اور اعلان کرنا لازم ہو گیا۔ اب یہ کہنا کہ اتنے گھنٹوں کے بعد اعلان کیوں ہے ایک بے معنی بات ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ہوا کہ اگر ثابت بھی ہو جائے تو گھنٹوں بعد چاند کی اطلاع نہ دی جائے نہ روزہ کھلوایا جائے بلکہ سارے ملک کو حرام میں پڑا رہنے دیا جائے۔ ذرا سوچنا تو چاہیئے کہ بات کیا کہی گئی اور نتیجہ کیا برآمد ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ الزام تو ایک بے معنی بلکہ خطرناک الزام ہے۔ اصل بات پہلی تھی جس کی طرف اخباروں نے التفات بھی نہیں کیا — ہاں اگر کام قاعدے سے ہونا ہوا ہوتا تو ۵ بجے اور ۲ بجے کا اعلان یوں چاہیئے تھا کہ اب تک چاند کی کوئی اطلاع نہیں ملی اگر مل گئی تو پھر اعلان ہو گا۔ اس الزام کو رنگ دینے کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کپڑوں، کھانوں اور دکانوں کے انتظامات میں خلل واقع ہوا۔ لیکن یہ کوئی قابل اعتنا بات نہیں۔ جب سب کو معلوم ہے کہ عید اتوار کو ہو گی یا پیر کو تو سب کو کل انتظامات اتوار سے پہلے ہی مکمل کرنے تھے۔ اگر سستی کی ہے تو خود ان کا قصور ہے۔ کیا اس کا مطلب یوں نہیں بن آتا کہ اگر ثبوت مکمل بھی مل جاتا تو چونکہ لوگوں کے انتظامات نامکمل ہیں۔ اس لئے اعلان نہ کرنا چاہیئے تھا اور لوگوں کو عید کے دن کا حرام روزہ رکھوا دیا جاتا کہ لوگوں کے انتظامات میں خلل نہ ہو۔ حرام ہو تو ہو۔ یہ بات تو ایسا شخص کہہ سکتا ہے جس کو حلال حرام کی کوئی تمیز ہی نہ ہو۔ جب سب کو معلوم ہے کہ ۲۹ کے بعد ہر وقت احتمال ہے کہ ثبوت اس وقت مکمل ہو اور عید ہو جائے تو انتظامات سے غفلت کا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل بیکار ہے اصل بات وہی پہلی ہے کہ قاعدوں کے مطابق ثبوت نہیں تھا تو اعلان کیوں کیا اور سارے ملک کے روزوں کا گناہ کیوں سر لیا گیا۔

تجویز

گو یہ بات نہ ضروری ہے نہ اہم ہے کہ عید پورے ملک میں ایک ہی دن ہو۔ لیکن اگر لوگوں کو یا حکومت کو اس کا شوق ہی ہے تو اگر اسلامی قاعدوں کے موافق ایسا ہو جائے تو کوئی گناہ بھی نہیں لہذا اگر حکومت مندرجہ ذیل امور کا انتظام کر کے اعلان کرے تو سب کو اس کی پابندی شرعاً لازم ہو گی۔

۱ - ایسے علما، دین اہل تقویٰ کی ایک جماعت ملک بھر سے منتخب کی جائے جن کے علم و تقویٰ اور مہارت فتوے پر ملک کے دینداروں کا اعتماد ہو۔

۲ - فیصلہ صرف یہ اہل علم و تقویٰ ہی کریں۔ دوسروں کا اس میں دخل نہ ہو جو صرف شریعت کے قواعد پر مبنی ہو کر ہو گا۔

۳ - ان کے ناموں اور مقاموں کا اعلان عام ہو کہ ملک کے عوام کو تسلی ہو سکے۔

۴ - تمام تھانوں، تحصیلوں میں عوام کو اطلاع ہو کہ جہاں جس کو چاند نظر آئے وہ ان کے ذریعہ اطلاع مرکز کو دلوا دے خواہ کچھ دیر بھی ہو جائے۔ جو مجبوری سے ہو گی۔

۵ - ان میں سے جو قریبی ہوں ان کو بلوا کر مرکز میں شہادت لی جائے۔ اگر سب دور دور ہوں تو فون سے وہاں کے حاکم سے اس کا معتبر و غیر معتبر ہونا معلوم کر کے اگر وہ معتبر ہوں تو مقامی حاکم کو حکم دیا جائے کہ اس کو قریب ترین ہوائی اڈہ پر پہنچا دیں اور وہاں سے بذریعہ طیارہ اس کو مرکز میں بلا کر یا مرکز سے دو عالم صاحبان کو طیارہ میں بھیج کر شہادت لے لی جائے۔ فون پر کی شہادت بیکار ہو گی۔

۶ - یہ علماء شہادتیں لے کر اپنے فیصلہ کو بھی خود ریڈیو سے نشر کریں۔ اور پوری تفصیل بتا دیں کہ شاہد کون کون ہیں، کہاں کے ہیں، کس طرح شہادت لی گئی، کس کس نے لی، کس نے فیصلہ کیا۔ تاکہ سب کو تسلی ہو۔

۷ - اور یہ سخت قانون ہو کہ ان کے علاوہ کوئی اور ریڈیو پر چاند کا اعلان نہ کر سکے گا

(باقی ص۱۵ پر)



۶ ر شوال المکرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۸ ر جنوری ۱۹۶۶ء

حق تعالےٰ کی رضاء ہی بلند ترین مقام ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفٰی و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

(سورہ التوبہ - رکوع ۹ ۔ پ ۱۰)

ترجمہ: اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے - اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے - یہی وہ بڑی کامیابی ہے

اس آیت کریمہ میں حق تعالےٰ شانہٗ نے مومن مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ایمان اور اعمال صالحہ کے صلہ میں ہرے بھرے سایہ دار اور سیراب باغ ہمیشہ کے لئے دے دئے جائیں گے - ان باغوں کے چھن جانے کا کوئی خطرہ نہ ہوگا ــــ یہ مستقل رہائش گاہ ہوں گے - ان میں رہنے کے لئے صاف ستھرے سجے سجائے مکان اور محل ہونگے اور وہاں سب سے بڑھ کر انعام یہ ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ مومنوں کو یقین دلائے گا کہ میں تم سے راضی اور خوش ہوں اور یہ وہ کامیابی ہے جس سے بڑھ کر سعادت اور کامیابی اور کوئی نہیں ہو سکتی ـــــ

حاصل

یہ نکلا کہ تمام نعمائے دنیوی و اخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی ہے - جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے - حق تعالےٰ سبحانہٗ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا مگر سب سے بڑی نعمت محبوبِ حقیقی کی دائمی رضا ہو گی -



شہادتِ نبوی ؐ

حدیث شریف میں آتا ہے :- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رض قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ فَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَ اَیُّ شَیْئٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالےٰ جنتیوں سے فرمائے گا - اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں - تیری خدمت میں موجود ہیں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے - خداوند تعالےٰ فرمائے گا - کیا تم راضی اور خوش ہو؟ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم کیونکر راضی اور خوش نہ ہوں تو نے ہم کو اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا - خداوند تعالےٰ فرمائے گا. کیا میں ان سب چیزوں سے بہتر ایک چیز اور تم کو عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے - اے پروردگار! ان چیزوں سے بہتر اور کون سی چیز ہو گی - خداوند تعالےٰ فرمائے گا - میں تم کو اپنی خوشنودی عطا کروں گا - اور اس کے بعد تم سے کبھی ناخوش نہ رہوں گا -

اس حدیثِ مبارکہ سے بھی یہی پتہ چلا کہ رضائے الٰہی کا مقام دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے بلند اور اعلیٰ و ارفع ہے - اللہ تعالےٰ ہم سب کو "رضوان من اللہ اکبر" والا بلند مقام عطا فرمائے - آمین!

بزرگانِ محترم! ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو جس چیز کا اہل ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ اُس کو وہی چیز عطا فرما دیتے ہیں قرآن کریم شہادت دیتا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ○ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ط (پ ۳۰ - س البینہ)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے یہی وہ بہترین مخلوقات ہیں - ان کا بدلہ اُن کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں - اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے -

ظاہر ہے ایمان اور عملِ صالحہ کی توفیق ہوئی تو خیر البریّہ (بہترین مخلوق) کا خطاب ملا - خیر البریّہ کا بدلہ جنت ٹھہرا جس میں سدا رہیں گے اور پھر رضائے الٰہی کا بلند مقام عطا ہوا - (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) پس اس آیتِ کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضاءِ مولیٰ کی دولت ہے - بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصل روح یہی ہے تو پھر بھی صحیح ہو گا -

اب یہ مقام کن خوش نصیبوں کو ملتا ہے اور اس کے اہل کون ہیں تو اس بارے میں خود خداوند قدوس کا فیصلہ ہے :-

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ○

یہ (مقام) ملتا ہے اُس کو جو ڈرا اپنے رب سے - یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا -

بلکہ اُن بندوں کا حصّہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی کے پاس بھی نہیں جاتے۔ چنانچہ یہ مسلّم امر ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی ہوگا، اُس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرے گا، اُس کی رضا میں اپنی رضا کو فنا کر دے گا اور اس کی ہر نافرمانی سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس بندے سے ضرور راضی ہوں گے۔ اور اُسے اپنی رضاء کے تمغہ سے لازمی طور پر سرفراز فرمائیں گے۔

برادرانِ محترم! قرآن و حدیث کے شواہد سے ثابت ہو چکا کہ یہ بہت ہی اونچا مقام ہے اور جنتیوں کو جنت میں بھی جو آخری مقام عطا فرمایا جائے گا وہ یہی رضاءِ الٰہی کا مقام ہوگا چنانچہ اسی لئے ہمارا اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ دنیا کا کوئی شخص بھی انبیاء کے بعد اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ وہی پاکبازانِ امّتِ محمدیّہ ہیں۔ جن کے باب میں یقینی طور پر رضی اللہ عنہم کی خوشخبری موجود ہے اور یہ وہ مقام بلند اور منصب اعلیٰ ہے جس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چل کر رضاءِ الٰہی کی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

رضاء کی حقیقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔
ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا ۔ یعنی ایمان کا مزہ اُس شخص نے چکھا جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے راضی ہوا۔
حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت:۔
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا۔
(جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدا ہونے بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے) مشرکوں کے طریقے کی نشان دہی کرتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس آیت میں ان کے خباثتِ عمل کی اطلاع دی ہے۔ پس مومن کے لئے لائق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقسوم کر دیا ہے اُس پر راضی رہے ـــ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ خود اپنے لئے فیصلہ کرنے سے بہتر ہے۔

اے ابن آدم! جو کچھ خدا نے تیرے لئے مقرر کر دیا ہے اور جس کو تُو ناگوار محسوس کرتا ہے وہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ تیرے لئے تیری پسندیدہ چیز مقدر کرتا۔ دیکھ! خدا سے ڈر ـــ اُس کی قضاء پر راضی رہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔
وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۲۱۶

(جس چیز کو تم ناگوار سمجھتے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور جس چیز کو تم پسند کرتے ہو شاید وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ اللہ واقف ہے اور تم ناواقف ہو یعنی جس میں تمہاری دینی اور دنیوی مصلحت ہے اُس کو خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے)

پس اے برادرانِ عزیز! اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے مصلحتوں کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اور تمہیں فقط اپنی بندگی پر مکلف بنایا ہے۔ جس سے مراد "اوامر" کا ادا کرنا، ممنوعات سے رُکنا، مقدر کے آگے سر جھکانا اور قضاءِ خداوندی پر اپنے تمام منافع و نقصانات میں راضی رہنا ہے یاد رکھو! اللہ جلشانہٗ نے انجاموں اور مصلحتوں کو میں رکھا ہے۔ بندے کا کام فقط اتنا ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے آقا کی اطاعت میں لگا رہے اور اُس سے ہر حال میں راضی رہے۔

حضرت علی ہجویری

المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں رضاء کی دو قسمیں تحریر فرمائی ہیں (اوّل) خداوند قدوس کا بندہ سے راضی ہونا اور (دوم) بندہ کا خدا تعالیٰ سے راضی ہونا ـــ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

رضائے الٰہی کی حقیقت بندے کے لئے ثواب و نعمت اور کرامت عطا کرنے کا ارادہ کرنا ہے اور رضائے بندہ کی حقیقت خدا تعالیٰ کے فرمان پر ثابت قدم ہونا اور اس کے ہر حکم کی تعمیل پر سرِ تسلیم خم کر دینا ہے۔ پس رضائے الٰہی رضائے بندہ پر مقدم ہے۔ کیونکہ جب تک توفیقِ الٰہی نہ ہو بندہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا اور نہ اُس کے حکم پر ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ بندہ کی رضا حق تعالیٰ سے وابستہ ہے اور اس کا قیام اُس کی ذات سے ہے۔ فی الجملہ بندہ کی رضا یہ ہے کہ اُس کا دل قضائے الٰہی کی دونوں طرفوں سے خواہ قضائے منع ہو خواہ قضائے عطا ہو یکساں طور پر مطمئن اور راضی ہو اور اس کا باطن احوال کے دیکھنے سے خواہ وہ جمالی ہوں خواہ جلالی مستقیم اور قائم ہو۔ چنانچہ اگر قضائے الٰہی کسی چیز کے عطا نہ کرنے پر ٹھہر جائے یا اُس کے عطا کرنے پر سبقت کرے تو بندہ کی رضا میں دونوں باتیں مساوی ہوں یعنی اس کا دل دونوں حالتوں میں برابر راضی رہے۔

★

حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز

فرمایا کرتے تھے۔ انسان سبک مزاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا تو باجے بجاتا ہے، خوشیاں مناتا ہے، نہ خدا یاد ہے نہ شریعت کا لحاظ ہے۔ اور اگر ۱½ فٹ کا بیٹا مر گیا تو آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ دھاڑیں مار مار کر روتا ہے بین کرتا ہے اور ایک کل چین محسوس نہیں کرتا۔ حالانکہ بیٹے کے آنے میں اس کا دخل ہے اور نہ جانے میں۔ جس کا مال تھا اور جس نے عطا فرمایا تھا اُسی نے واپس بھی لے لیا۔ بندے کا کام فقط اُس کی قضاء پر راضی رہنا اور اس کے حکموں کی تعمیل کرنا ہے۔ لیکن یہ اپنی نادانی کے باعث کبھی خوشیاں منانے میں مصروف ہو جاتا ہے اور کبھی رونے دھونے میں لگ کر اُس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے

مثال

اس سلسلے میں حضرتؒ ایک مثال دیا کرتے اور فرماتے۔ "مرغی کھڑی رہ جاتی ہے اور ہم اُس کے بچے ذبح کر کے کھا جاتے ہیں، کبھی بچے کھڑے رہ جاتے ہیں اور ہم مرغی کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔ کوئی دوسرا روکے تو اُس کو فوراً جواب دیتے ہیں کہ میری چیز تھی میں نے جس طرح چاہا اس کا استعمال کر لیا تم کو روکنے کا کیا حق ہے؟ ـــ اب اس مثال کو سامنے رکھئے اور سوچئے! کیا اللہ تعالیٰ کا حق نہ تھا کہ جب چاہے بیٹا دے اور جب چاہے واپس لے جائے؟ ـــ یاد رکھو! جس طرح ہمیں اپنی مملوکہ چیزوں میں تصرّف کرنے کا پورا حق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہونے کی وجہ سے اس میں جو تصرّف چاہے کرے اُس کو پورا حق ہے۔

ہمیں ہر حال میں راضی بقضاء رہنا چاہئے۔

اللہ والے فرمایا کرتے ہیں۔ دنیا کے طالب مؤنث، عقبیٰ کے طالب مخنث اور مولا کے طالب مرد ہیں۔ عورت زیب و زینت کو فطرتاً پسند کرتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ کوٹھی موٹر وغیرہ کو زیب و زینت سمجھتے اور انہیں مقصود بالذات بناتے ہیں۔ وہ اگرچہ شکل میں مرد ہیں لیکن فی الحقیقت داڑھی والی عورتیں ہیں ـــ جو جنّت کی نعمتوں کے طالب ہیں وہ بھی صحیح معنوں میں مرد نہیں ہیں مخنث ہیں۔ حقیقی مرد وہ ہیں جو مولا کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جنّت کی طمع نہیں اور دوزخ کا ڈر نہیں۔ ہم تو صرف حق تعالیٰ سبحانہٗ کو راضی کرنا چاہتے ہیں ـــ یہ بہت ہی اونچا مقام ہے اور اس مقام پر پہنچنا مشکل اور رجحان جوکھوں کا

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مولانا جمیل احمد صاحب میواتی

الدعاءُ مخ العبادة

دعا عبادت کا مغز ہے

یہ مضمون تین حصوں پر مشتمل ہے (۱) دعا کی حقیقت و اہمیت (۲) دعا کی برکات و فضیلت (۳) دعا کے کرنے اور قبول ہونے کے سلسلہ چند ضروری اور اہم باتیں نیز بزرگان ملت کے واقعات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عباد الذین اصطفیٰ۔

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ جب جملہ عبادات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بجا لانا شرک ہے اور فقط ایک ہی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات عبادت کے لائق ہے تو جو چیز عبادت کا مغز ہے وہ دوسروں کو کیوں کر زیبا ہوگی وہ تو دوسرے کے لئے بجا لانا بدرجۂ اولیٰ عقائد و تعلیماتِ اسلامی کے خلاف ہوگا۔ حدیث شریف میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ خداوندِ قدوس کے سوا اس کی مخلوق میں سے کسی اور کو یہ درجہ دیتے ہیں وہ توحید خالص و توحید مقبول سے کس قدر ہٹے ہوئے ہیں۔ مشرکین مکہ بھی تو خدا کی ذات کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ اپنے سابقہ بزرگوں کے نام پر بنائے ہوئے بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے اور جانتے تھے کہ کرنے دھرنے والا تو فقط وہی ایک ہی ہے مگر یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ یہ بھی کچھ کر لیتے ہیں؛ تب ہی تو مشرک ٹھہرے!

اور بھی تو فرق ہے درحقیقت الفاظ کے اعتبار سے تو کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آتا مگر حقیقت میں اسلام اور کفر کا فرق ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرتے ہیں بلا شرکت غیرا اور کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتے ہیں یعنی اس کے علاوہ اور بھی کر لیتے ہیں اس کے علاوہ چاہے تم کسی بھی برگزیدہ ہستی کو شامل کر لو تو یہ توحید خالص نہ رہے گی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جن کو تم اس مرتبہ میں شامل کر رہے ہو وہ تمہاری ان خرافات سے مبرا ہیں۔ لہٰذا تم ہی مجرم ہو! انہوں نے تو الٰہ ہونے کا . . . . دعویٰ تو ہرگز نہیں کیا مگر تم نے چونکہ یہ مرتبہ اپنے زعم میں ان کو دیا لہٰذا یہ ہی غیر اللہ ہیں! اور بات یہ ہے جب عبادت خدا کے سوا دوسرے کی بجا لانا شرک ہے تو مغز عبادت یعنی دعا دوسرے کے آگے کرنا مخلوق کو مؤثر بالذات سمجھتے ہوئے پکار بدرجہ اولیٰ شرک ہے۔ اس کی ذات کے سوا کسی اور کو دُہائی دینا یقیناً شرک ہے۔

دُعا کیا ہے؟ دعا کے معنی پکارنا، کسی کی دُہائی دینا، کسی کو اپنی مشکلات کے حل کرنے کے لئے پکارنا، خواہ وہ قرض کا بار ہو، صحت کا حاصل کرنا ہو، اولاد مانگنا ہو، مقدمات اور دیگر جملہ حاجات میں کسی کو اسی نیت و عقیدہ سے پکارنا اس کی دُہائی دینا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی کا نام دعا ہے۔ عقل کی بات ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں موجود نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا اس کی دُہائی ہی اصل میں دعا کہلاتی ہے باقی تو دیوار سے سر مارنے والی بات ہے، پاگل پن ہے، شرک میں ملوث ہونا ہے اللّٰھم احفظنا

اہمیت دُعا اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی کو دینے پر آجائیں۔ تو ساری مخلوق ملکر روک سکتی نہیں۔ اور اگر وہ کسی کو نہ دینے پر آجائیں۔ تو ساری مخلوق ملکر دلا سکتی نہیں وہ جو عطا فرماتے ہیں۔ یہ محض ان کا فضل ہے۔ ہمارا اُس پر کوئی احسان نہیں وہ نہ دے یہ انکا عدل ہے۔ ان پر کوئی دعویٰ دھکا نہیں۔ اللہ سبحانہٗ و تقدس قادر مطلق ہے رازق برحق ہے۔ سمیع ہے۔ بصیر، کریم ہے اکرم الاکرمین کریم کہتے ہیں بہت دینے والے کو اور بلا کر دینے والے کو۔ حضرت حق جل مجدہٗ تو اکرم الاکرمین ہے داتا فقط وہی ہے اس کے سوا کوئی داتا ہے نہیں داتا معطی کا ترجمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو بھی داتا کہنا درست نہیں۔ خزانوں کا مالک وہی ہے کسی اور کا ان میں تصرف نہیں لہٰذا خزانوں کا لٹانے والا یعنی گنج بخش فقط وہی ہے اور دوسرا نہیں خزانوں کا مالک تو وہ اور لٹا وے اور کوئی؟ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں، مختار کل فقط وہ ہی ہے۔ سب اس کے در کے محتاج ہیں خواہ مخلوق میں کوئی کتنا ہی بڑا درجہ رکھتا ہو، اللہ سبحانہٗ و تقدس مخلوق میں سے کسی کے بھی محتاج نہیں۔ وہ دن رات عطا فرماتے ہیں، عطا فرماتے رہے ہیں، عطا فرماتے رہیں گے، دونوں جہانوں میں دینے والے ہیں، ہارنے تھکنے کا وہاں کام نہیں۔ سب کی من مانی مرادیں پوری کر دینے کے باوجود بھی اس کے خزانوں میں کمی ہو جانے کا تصور کفر ہے۔ باآواز بلند پکارو تو بھی سُنے آہستہ پکارو تو بھی سُنے، دل ہی دل میں پکارو تو بھی سنے اس کا سُننا اور جاننا ایسا ہی ہے، انتہائی اندھیری راتوں میں چیونٹی اور اس سے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو چلتا پھرتا دیکھ لیتا ہے یہ ہی نہیں بلکہ ان کے پاؤں کی آہٹ سُن لیتا ہے۔ بتاؤ مخلوق میں سے یہ کمال کسی کو بھی حاصل ہے؟

ہرگز نہیں، پھر اس کے سوا دوسروں کو خواہ اسکے نزدیک وہ مقبول ہی ہوں۔ کیوں پکارتے ہو۔ اندھو! ان مقبولین نے بھی تو فقط اُسی اکیلے کو پکارا تھا۔ تب ہی تو مقبول بنے تم بے وقوفوں کو کس نے کہلا بھیجا ہے۔ کہ اس اکیلی ذات کے ساتھ اُسکے مقبولین نے بھی حاجت روائی میں شریک ٹھہراو۔ ایسی صفات و کمالات رکھنے والی ذات ہی کو پکارنا کسقدر اہم عبادت ہے۔ بس اس کا نام دعا ہے۔

اے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و احسان سے ہم سب کو توحید خالص نصیب فرما، مرتے دم تک انہیں قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرما۔ کسی بھی موقع پر خواہ وہ کتنا ہی پریشان کرنے والا ہو اپنے سوا مخلوق میں سے کسی پر نظر و دھیان دوڑانے سے بچا، ہم انتہائی ضعیف و کمزور ہیں اور ہر اعتبار سے تو ہمیں اپنی ذات کے تمام حاجات کے پورا کرنے کے سلسلہ میں مقام اور اخلاص و توحید پر قائم رکھ تیری مدد و اعانت و رحمت کے ہم ہر گھڑی محتاج ہیں تو ہم پر کرم فرما، عنایت فرما، اپنے سوا کسی دوسرے سے مانگنے سے بالکلیہ محفوظ فرما، دل کے اعتبار سے بھی زبان کے اعتبار سے بھی اس لئے کہ زبان سے سوال کرنا حرام، ایسے لوگوں کے منہ پر کل قیامت میں گوشت نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے اور یہ چیز سزا کے طور پر ہوگی جس کا مشاہدہ کل مخلوق بھی کرے گی اور دل ہی دل میں مخلوق سے مانگنا کسی سے کوئی چیز ملنے کی توقع و امید رکھنا اور اس میں مشغول ہونا یہ اشراف ہے۔ اس کے ذریعہ بھی جو چیز ملے گی اس میں برکت ہرگز نہ ہوگی۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے، سوال کے ذریعہ جو رزق ملے گا اس کے کھانے کے بعد دُعا قبول نہیں ہوگی اور اگر چاہتے ہو کہ خوب دعائیں قبول ہوں تو سوال و اشراف دونوں سے بچو ان سے بچنے کا علاج ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ الحاجہ پڑھ پڑھ کر مانگیں اگر مخلوق سے دل ہی دل میں مانگنے کا خبیث مادہ جسے اشراف کہتے ہیں دل میں باقی رہا تو ایک نہ ایک دن زبان سے سوال کر بیٹھو گے! اے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دونوں لعنتوں سے محفوظ فرما۔ آمین۔

حضرت سید احمد شہید نور اللہ مرقدہٗ کو آپ کے کسی مخلص مرید نے کلکتہ سے ۳۶۵ جوڑے کپڑے استعمال کے لئے بنوا کر بھیجے تھے تاکہ میرے پیر و مرشد روزانہ ایک جوڑہ تبدیل کر لیا کریں۔ ایک ہم ہیں کہ جس کسی کا کرتہ، لنگی، رومال اچھا دیکھا بس جی للچانے لگا۔ بھائیو! خداوند قدوس سے مانگو تم اپنی بساط کے مطابق مانگ سکو گے وہ اپنی شان عالیہ کے بقدر عطا فرمائیں گے۔

حضرت سید صاحب قدس سرہٗ نے ایک اتفا خداوندی کے مطابق اعلان فرما دیا کہ جو حج کو جانا چاہے میرے ساتھ چلے سب کا صرفہ اللہ تعالیٰ برداشت کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے چنانچہ کثیر مخلوق نے آپ کے ساتھ حج کیا راستہ میں کلکتہ

کے مقام پر عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ کے ہمراہ چونکہ لشکر بہت بڑا تھا حضرت کو فکر لاحق ہوا کہ سمندر کا کنارہ ہے پانی کھارا ہے اتنے بڑے لشکر کو میٹھا پانی کہاں دستیاب ہوگا اسی وقت الطاف خداوندی کے ذریعہ تسلی ملی اور ارشاد فرمایا جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ تو تیرے ساتھی میرے مہمان ہیں تو پھر کاہے کو گھبرا رہے ہے"! چنانچہ دو تاجر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا ایک ہمارا باغ ہے جس میں دو میٹھے پانی کے کنوئیں ہیں حضرت مع لشکر کے وہاں کا قیام مقبول فرمالیں۔ چنانچہ جب تک قیام رہا میٹھے پانی سے سب صاحبان سیراب ہوتے رہے۔

عزیزو! اللہ تعالیٰ بڑی شان والے ہیں بس صحیح معنی میں مانگنے کی دیر ہے حضرت جی ارشاد فرمایا کرتے تھے اللہ پاک تن تنہا اکیلے مخلوق کے بغیر سب کچھ کرسکتے ہیں اور ساری مخلوق خدا کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والوں کے ساتھ ہوگی اور مخلوق سے نہ مانگنا، خالق ہی سے مانگنا، اور مانگتے رہنا کسی اور پر دھیان بھی نہ ہو یہ طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی کو دعا کہتے ہیں دعا کے مانگنے پر خدا دیتے ہیں اور بہت دیتے ہیں۔ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کا آج ہم یہاں تصور بھی نہیں کرسکتے۔ کل مرنے کے بعد ہی اس کا صحیح اندازہ ہوسکے گا

فضائل و برکات دعا

دعا خدا سے بھیک مانگنے کا نام ہے جو عین عبادت ہی نہیں بلکہ مغز عبادت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ جتنا مجھ سے مانگتا ہے میں اتنا ہی خوش ہوتا ہوں۔ جو دعا مانگنے میں کاہلی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتے اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے جب میرا بندہ میرے سامنے ہاتھ پھیلا کر مجھ سے مانگتا ہے تو خالی ہاتھ بھیجتے مجھے شرم آتی ہے۔ دعا میں جب تک مشغول رہے گا گویا عین عبادت میں مشغول رہا۔ اس کے برعکس غیر خدا سے مانگنے میں جتنی گھڑیاں گزریں گی۔ شرک میں شمار ہوں گی جملہ حضرات انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام ہی صلحائے اُمّت کا دعا مانگنا ان کا شعار خاص رہا ہے۔ جس پر قرآن مجید و احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔ خدا سے مانگنے کی برکت ہے۔ مخلوق سے سوال کرنے کا لعنت و اشراف کی لعنت محفوظ رہیگا در در کی ٹھوکریں کھانے، سجدہ ریزی کرنے اور طرح طرح کے فساد و فتن و بطلان اور گندے عقائد و توہمات، بدعات و خرافات سے محفوظ رہے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالےٰ سے مانگو جوتے کا تسمہ بھی اللہ پاک سے مانگو۔ اہل اللہ کی دعاؤں پر خداوند قدوس نے مخلوق کے قلوب کو ہدایت کی طرف پلٹائے ہیں جن کو بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی پلٹانے سے عاجز رہی۔ اسباب سے کچھ نہیں ہوتا مسبب الاسباب سے ہوتا ہے۔ اسباب کے ذریعے ہوتا ہے مسبب الاسباب کے حکم سے ہوتا ہے ہم نے اسباب کو مؤثر بالذات سمجھا ہوا ہے خداوند قدوس اسباب کے ہرگز محتاج نہیں وہ ان کے بغیر سب کچھ کرسکتا ہے۔ لہٰذا جب حضرت جل شانہٗ کو اس قدر با اختیار یقین کرکے دعا مانگوگے تو کتنا ایمان بڑھے گا دعا کے مانگنے پر ملے گا تو شکر بجالانے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور خوش ہوں گے۔ حکمتاً وہ ہی چیز نہ ملی تو صبر اختیار کروگے جس پر معیت الٰہیہ کا وعدہ ہے۔ غیر اللہ سے جو مانگنے پر ملتا ہے اصل میں دیتا وہاں بھی وہ ہی منعم حقیقی ہے مگر احمق سمجھتے ہیں کہ اسی نے دیا ہے اس پر ہی تو غیر اللہ کے نام پر شکر بجالانے کے طور پر نظر و نیاز سجدہ ریزی قباحت وجود میں آتی ہے۔ سیدنا غوث الاعظم نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں اے بیٹے جو کچھ جسمانی و روحانی تجھے ان ظاہری ہاتھوں سے ملتا نظر آتا ہے اصل میں تو وہ ادھر سے ہی آتا ہے یہ سب ذرائع و وسائط ہیں اگر تو نے ان ذرائع کو اصل سمجھا تو شرک کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرات پیران عظام مثل پرنالے کے ہیں جن کے ذریعہ فیض روحانی حضرت حق جل مجدہٗ کی طرف سے آتا ہے۔ منعم حقیقی فقط وہ ہی ہے۔ شیخ معظم حضرت اقدس مولانا رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں حقیقت میں مرشد تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں" حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ یہ مصرع اکثر پڑھا کرتے تھے ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

نتیجہ یہ نکلا سب کچھ دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اسی سے دعا مانگے جن کے ذریعہ سے ملے ان کو محض ذرائع تصور کرتا ہوا اکرام و توقیر سے پیش آئے۔ شکر فقط اللہ تعالیٰ ہی کا بجالا دے۔

آداب دُعا: اصل تو دعا دل سے مانگنے کا نام ہے۔ پر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنا بھی مسنون ہے۔ ہاتھ نہ زیادہ اونچے ہوں نہ زیادہ پھیلے ہوئے ہوں کاندھوں کی سیدھ میں ہوں ہتھیلیوں کے کنارے ملے ہوں۔ دھیان و عظمت سے دعا مانگے۔ جو آدمی بے توجہی سے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس کی دعا کی طرف توجہ نہیں فرماتے دعا کے اول و آخر اور درمیان میں ایک ایک مرتبہ درود شریف ضرور پڑھو سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس دعا کے اول و آخر درود شریف نہیں پڑھی جاتی وہ دعا معلق رہتی ہے یعنی زمین و آسمان کے درمیان لٹکتی رہتی ہے۔ درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ سب سے زیادہ مقبول دعائیں وہ ہیں جو قرآن مجید و احادیث میں وارد ہوئی ہیں ہمارے دیس میں حزب الاعظم اور مسنون دعاؤں کے نام سے یہ دو مجموعہ مشہور و بہترین شمار ہوتے ہیں تاج کمپنی سے خرید لیں دعا کے قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو ملول نہ ہو مانگتا رہے اور اس کو حکمت خداوندی جانے اور اپنے دل کو سمجھا لے کہ اس در کے علاوہ اور کون در ہے جہاں سے مل جائے گا۔

ے اب تو گھبرا کر یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مر کر بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

گھبرانا ملول ہونا، مایوس ہونا بہت خطرناک ہے یہ ایمان کو ضائع کر دینے والی حرکات ہیں دروازہ کھٹکھٹاتے رہیے تا آنکہ کھل جائے۔ دعاؤں کے قبول ہونے کے اوقات! تہجد میں دعا قبول ہوتی ہے۔ افطاری کے وقت، سحری کے وقت، حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان شریف میں ایک دعا ان کو اور ایک دعا رات کو ضرور ہوتی ہے تلاوت قرآن مجید کے بعد، ختم قرآن مجید کے بعد، ذکر و اذکار تسبیحات پوری کرنے کے بعد فرض نمازوں کے بعد، اذان کے بعد، مرغ کے وقت پر بولنے کے وقت، زم زم شریف پیتے وقت قبلہ رو اور کھڑے ہو کر پیئے" اللہ کے راستہ میں نکلتے وقت ان اوقات کا خاص دھیان رکھے بالخصوص جمعہ کے روز عصر و مغرب کے درمیان خاص اہتمام کرے"

کن لوگوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہیں، حضرت اہل اللہ کی، مجاہد کی، خالص اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے والوں کی جیسے تبلیغی دوست بیمار کی، مسافر کی، حجاج کرام جب واپس آئے ہوں اور گھر میں داخل ابھی نہ ہوئے ہوں۔ تو دعائے کرام حدیث شریف میں ایسا ہی ارشاد وارد ہوا ہے نیک اولاد کی والدین کے حق میں، ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سیدھا عرش پہنچ جاتا ہے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، مظلوم کی بددعا لہٰذا مظلوم کی بددعا سے بہت بچو بہت جلد سُنی جاتی ہے۔ مضطر پریشانی حال کی دعا فرشتوں کی دعا وغیرہ وغیرہ۔

حرمین شریفین زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً کے متعدد مقامات مقدسہ پر دعا مقبول ہوتی ہے۔ ان کی تفصیل کسی کتاب سے معلوم کرلیں۔ جو حج کی راہنمائی میں لکھی گئی ہیں اور ان کا خاص خیال رکھے۔ صرف اپنے ہی لئے نہ دعا کرے بلکہ تمام امت کی بہتری و بھلائی کی دعا کرے اس میں کونسا زور پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو دعا تم اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے مانگوگے وہ ضرور قبول ہوگی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو قسم کھا کر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی قدس سرہ ارشاد فرمائے تھے۔ جو دعا تم فرشتوں سے اپنے لئے کرانا چاہو اگرچہ فرشتے نظر آتے پر ترکیب یہ ہے کہ وہ ہی دعا تم دوسرے مسلمان بھائی کے لئے کرو فرشتے وہ ہی دعا تمہارے حق میں کر دیں گے اور ان کی دعا قبول ہی قبول ہے۔

صحیح معنی میں دعا مانگنے کا جو منظر حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ کا ہوتا تھا۔ اس کو جو ہم کما حقہٗ بیان کرہی سکتے جنہوں نے دیکھا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ تاہم دعا میں رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنائے۔ عاجزی ہو اور عظمت و یقین کے ساتھ مانگے۔ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کی دعا کی برکت سے دین کا بجھتا ہوا چراغ روشن ہوا۔ حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ کی دعا کی برکت سے چالیس لاکھ میواتیوں کے قلوب کفر و شرک سے ہٹ کر دین کی طرف پلٹے۔ دعا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی دعا والا بنائے۔

حافظ عبدالمجید خطیب ۔ قاری ریڈیو پاکستان

جھوٹ اور غیبت

الحمد للہ وحدہٗ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ : اما بعد :

زمانے کے جس دَور سے آج ہم گذر رہے ہیں یہ انسانیت کی تکمیل کا دَور ہے اور قیامت تک انسان نے اپنی تکمیل کے درجات رفتہ رفتہ طے کرتے رہنا ہے اور پھر بلکہ یہی آنکھوں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب فطرت کے اٹل قانون کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ اور "ہر کمالے را زوالے" کی زد میں آکر نیست و نابود اور ملیامیٹ ہونا پڑے گا۔

جس طرح انسانی جسم اپنی صحت اور آرام کے لئے مادی ضرورتوں کا محتاج ہے اور جس طرح جسم انسانی کو مادی بیماریوں سے بچانا ضروری ہے ۔ اسی طرح انسانی روح بھی روحانی اقدار کا محتاج ہے اور اسے بھی روحانی امراض سے محفوظ رکھنا ازحد ضروری ہے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کی کامیابی اور نجات بھی اسی روح کی طہارت اور نفاست پر منحصر ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔

جس نے اس نفس کو پاک صاف اور نفیس کر لیا کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے شہوات سے مغلوب اور عصیان سے آلودہ کر لیا تباہ ہو گیا

اللہ رب العزت نے انسان کو اخلاقی اقدار کی تعلیم، روح کی نفاست اور نفس کی طہارت کے لئے حکیم انسانیت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت اور نبوت سے نواز کر بھیجا اور فرمایا:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

ہم نے آپؐ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور خود معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ ۔ میں اللہ رب العزت کی طرف سے انسانوں کے لئے رحمت کا تحفہ بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

اور آپ ہی کا ارشاد ہے ۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔ میں اخلاق کی اعلیٰ اقدار کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔

ہر وہ روحانی بیماری اور اخلاقی کمزوری جو انسان کے اعلیٰ اخلاق کو مجروح کر سکتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شرح و بسط سے واضح فرما دی ہے ۔ ان میں سے فی الوقت دو کا ذکر نوکِ قلم پر جاری اور رواں ہے ۔

دامنِ اخلاق کو جھوٹ اور غیبت کی آلائشوں سے بچانے کے لئے اسلام نے بڑی شدت سے منع کیا اور ان کے مہلک نتائج سے آگاہ فرمایا ۔ سورۂ حجرات میں ارشاد ہوا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ : مومنو! بہت گمان سے بچا کرو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔ اور کسی کے عیوب کا سراغ نہ لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے ۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اسے تو یقیناً ناپسند کرتے ہو ۔ اگر غور اور چشمِ بصیرت سے دیکھو تو غیبت بھی تو اسی طرح ہے لہٰذا اس غیبت سے بھی نفرت کرو ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو ۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔

نفسِ امارہ کی ہوس پرستیوں نے آج ہمیں اس درجہ غافل کر دیا ہے کہ گناہ کے بارے میں ہمارا احساسِ جرم تک بے حس ہو گیا ہے اور ہم گناہ اور جرم کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے ۔ حالانکہ ہماری ہدایت کے لئے اللہ جلّ مجدہٗ نے اپنے نبیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غیر محسوس اشیاء کو بھی ایسی شکل اور ہیئت بخشی کہ راہِ حق کے طالب کو ہر قدم پر درسِ عبرت میسّر آ جاتا ہے ۔

ایک دفعہ چند اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا ۔ اپنے دانتوں کو گوشت سے تو صاف کر لو ۔ انہوں نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تو گوشت چکھا بھی نہیں ۔ فرمایا ۔ جس انسان کی تم نے کچھ دیر پہلے غیبت کی ہے اُس کا گوشت اب تک تمہارے دانتوں میں لگ رہا ہے ۔

رحمت کائنات علیہ السلام والتحیات سے غیبت کی تعریف پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا ۔ کسی کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنا کہ اگر اُس کے منہ پر کہی جاتی تو اُسے ناگوار گذرتی ۔ سائل نے وضاحت کے لئے عرض کیا ۔ حضورؐ! اگر مذکورہ بات فی الواقع اُس میں پائی جاتی ہو تو کیا پھر بھی یہ غیبت ہو گی ؟ فرمایا ۔ غیبت تو نام ہی اِسی کا ہے ۔ کسی کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اُس میں نہ پائی جاتی ہو وہ تو بہتان اور تہمت کہلاتا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد زرّیں کا واقعہ ہے دو عورتوں نے روزہ رکھا اور غیبت میں مشغول ہو گئیں ۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ معدہ میں ایسی تکلیف ہوئی ۔ کہ زندگی سے مایوس ہو گئیں ۔ حضورؐ کی خدمت میں جب ان کی کیفیت عرض کی گئی تو آپؐ نے دو پیالے بھیجے اور فرمایا ۔ انہیں کہئے ۔ ان پیالوں میں قے کر دیں ۔ جب تعمیلِ ارشاد ہوئی تو ان عورتوں کے معدوں سے خون اور گوشت کے لوتھڑے برآمد ہوئے ۔ فرمایا یہ غیبت کا اثر ہے

غیبت کے علاوہ اسلام کی نظر میں جھوٹ بھی گناہِ کبیرہ ہے ۔ سورۂ حج میں ارشاد ربانی ہے :۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔ بتوں کی گندگی یعنی شرک اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو ۔ سورۂ فرقان میں اللہ کے خالص بندوں کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے ۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔ یعنی اللہ کے بندے نہ تو جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہی جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور یہ بے فائدہ کاموں میں بھی شریک نہیں ہوتے ۔ سچائی ہی پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۔

ترجمہ : مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ سچی اور سیدھی بات کیا کرو ۔

ایک حدیث میں نبیٔ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ہمیشہ سچ بولو ۔ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے ۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ دُور رہو، جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں ۔

ایک دوسری حدیث میں جھوٹ کو منافقت کی علامت قرار دیا گیا ہے ۔ جھوٹ اور غیبت کا مجموعی اثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم نے ان برائیوں کو اپنا رکھا ہو اُس کے افراد اطمینانِ قلب اور اتحاد سے کبھی بہرہ ور نہیں ہو سکتے ۔

وما علینا الا البلاغ ۔

ارشادات مجالس ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ —— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی۔ اے۔ لاہور

ع

نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

۱۸؍مارچ ۱۹۴۸ء جمعرات

استقامت و اخلاص سے اپنی جماعت کے ساتھ وابستگی

اللہ تبارک و تعالےٰ استقامت دے۔ جس جہان میں ہم آئے ہیں خود اس جہان میں تشتّت ہے، تفریق ہے، تقسیم ہے، کوئی موحد ہے کوئی مشرک، کوئی مومن ہے کوئی کافر، کوئی شریف ہے کوئی رذیل، کوئی سخت ہے کوئی نرم، یہ سب انسانوں کی قسمیں ہیں۔ اسی تشتّت کو انبیاء علیہم السلام آکر دُور کرتے ہیں اور مشرکین کو موحد، کافروں کو مومن، کمینوں کو شریف بناتے ہیں۔ یہی کام اللہ والے کرتے ہیں ان کے دم سے تشتّت دُور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے استقامت طلب کرنی چاہئیے۔ مجھے تو خطرہ ہی رہتا ہے۔ اپنے نفس پر بھی اعتبار نہیں۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ (۱۲: ۵۳) لیکن مجھے تمہارے متعلق بھی خطرہ رہتا ہے۔ کہ کہیں نفس و شیطان کے اغوا میں نہ آ جائیں۔ اس وقت تو ٹھیک جا رہے ہیں۔ پتہ نہیں کس نے پہلے جانا ہے۔ اگر مَیں پہلے گیا تو مجھے خطرہ ہے کہ میرے بعد کسی شیطان کے تسلط میں نہ آ جاؤ۔ اس لئے جس جماعت کے ساتھ وابستگی ہو اُسی جماعت کے ساتھ تعلق مرتے دم تک نبھایا جائے اور ہر دیگچی کا چمچہ نہ بنیں۔ پنجاب کی زمین میں خاصیت ہے کہ پنجابی جدت پسند واقع ہوئے ہیں۔ تلوّن مزاجی عام ہے۔ آج ایک رنگ ہے تو کل دوسرا — گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اسے اُردو میں ہر دیگچی کا چمچہ کہتے ہیں۔ ایسے نہیں ہونا چاہئیے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ع

یک در بگیر محکم بگیر

جس جماعت کے ساتھ تعلق ہو اسے ہی نبھایا جائے۔ یہ نہیں کہ آج اس جماعت میں ہیں تو کل دوسری جماعت میں۔ اس سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔ اگر مَیں بعض جماعتوں کو اہل حق سمجھتا ہوں۔ لیکن جس جماعت کے ساتھ تعلق ہو۔ چونکہ اس جماعت کا ایک اپنا طریقہ ہوتا ہے اس لئے اُسی جماعت میں رہ کر کام کرنا چاہیئے وصول الی اللہ ہو جائے گا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بڑی سڑک۔ جس میں گاڑیوں کے نشان اکثر جگہ پڑ گئے ہوں۔ وہ سب گاڑیاں سڑک ہی پر چلتی ہیں۔ لیکن کوئی اس کنارے کے ساتھ چلتی ہے کوئی اُس کنارے کے ساتھ، کوئی درمیان میں۔ لیکن سب سڑک کے اندر ہی ہوتی ہیں اور سب منزل پر جا پہنچتی ہیں۔

جس طرح فقہ کے چار امام ہیں اور سب اہل حق ہیں۔ اسی طرح تصوّف کے بھی چار سلسلے ہیں اور سب اہل حق ہیں۔ ہمارا سلسلہ قادری ہے اور ہم یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کا علم حاصل کیا جائے۔ اس کی روشنی میں اپنے آپ کو چلایا جائے اور اللہ اللہ کیا جائے۔

کچھ فرائض تو اشتراکی ہیں جو سب کو ادا کرنے پڑتے ہیں اور کچھ انفرادی ہیں — جو ہر ایک کے مناسبِ حال ہوتے ہیں۔ انہیں بھی نباہنا ہے۔ اللہ تعالےٰ استقامت دے —— استقامت اور اخلاص دو پَر ہیں یہ لگ جائیں تو آدمی پرواز کر کے عرش پر جا پہنچتا ہے —— استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ اپنی استعداد کو مدِنظر رکھتے ہوئے جو فرض بھی اپنے ذمّہ لیا جائے "اشتراکی فرائض کے بعد" اُسے آخر دم تک نبھایا جائے۔ تب کہیں کچھ نتیجہ کھُلتا ہے۔

جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا ایسے ہی ہے جیسے کانوائے کے ساتھ جانا۔ کانوائے دشمن کے بیچ میں جاتی ہے اور صحیح سالم آ جاتی ہے — اس لئے کہ ان کے پاس توپیں بندوقیں ہوتی ہیں، ہم بھی بے شمار دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نفس اور شیطان یہ دو دشمن تو باطنی ہیں — ظاہری دشمن بے شمار ہیں۔ بیوی دشمن، اولاد دشمن، برادری دشمن، کافر دشمن، مشرک دشمن — اتنے دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا چاہئیے۔ کتاب و سنت کی دو توپیں لگی ہوئی ہوں تو کوئی دشمن پاس نہیں پھٹک سکتا۔ بیوی اور بچے فتنہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بھی خبردار کر دیا ہے کہ ان سے ذرا بچ کر رہنا۔

مَیں تو جہاں بھی رہا اپنا مسلک یہی بنائے رکھا یعنی قرآن حکیم کی تعلیم سے سینے کو منوّر کرنا۔ کتاب و سنت کی روشنی میں چلنا اور اللہ اللہ کرنا۔ سندھ میں تھا تو یہی دستور تھا، دہلی گیا تو یہی طریقہ رہا، لاہور میں آیا تو یہاں بھی یہی رہا اور کابل گئے تو بھی یہی تھا۔ دہلی میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ گریجوایٹ لئے اور پانچ علمائے دیوبند۔ ان میں سے ایک مَیں بھی تھا۔ ان علماء کا حال یہ تھا کہ ایک نے تو ملازمت اختیار کر لی اور داڑھی مونچھ منڈوا ڈالی۔ دوسرے اخبار نویس بن گئے —— دین کی اشاعت کا شوق کسی کو پیدا نہ ہوا — دین کی اشاعت کی توفیق بھی سب کو نہیں ملتی —— گناہوں کی شامت کے باعث توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ سوائے میرے کسی کو اشاعتِ دین کی توفیق نہیں ملی۔

۲۵؍مارچ ۱۹۴۸ء جمعرات

باطن کی بینائی

انسان کی آنکھیں بعض اوقات کمزور ہو جاتی ہیں تو وہ دور کی چیزیں اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ اور آدمی پاس کھڑا ہو تو اُس کا چہرہ دیکھ کر پہچان نہیں سکتا کہ دوست ہے یا دشمن۔ یہی حال اُن کا ہے جن کی باطن کی بینائی کمزور ہو جائے۔ جب عینک لگا لی جاتی ہے تو بینائی تیز ہو جاتی ہے اور سب کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن کی عینک لگا لی جائے تو پھر غفلت نہیں رہتی۔ دنیا اور دنیا کی مستی نہیں رہتی۔ اب سب چیزیں عیاں نظر آتی ہیں خیر و شر کی تمیز ہو جاتی ہے۔ آدمی پھسلنے سے بچ جاتا ہے۔ اور دوست و دشمن کا پتہ لگ جاتا ہے۔

یہ عینک اللہ والوں کی صحبت میں لگتی ہے۔ ہم نے اولیاء اللہ دیکھے ہیں جو سرور اُن کی صحبت میں حاصل ہوتا تھا آج جب وہ یاد آتے ہیں تو وہ سرور بھی یاد آ جاتا ہے۔

بقیہ: شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح

نکل رہے ہیں اور یہ وہ سعادت ہے جو ہر ایک کو، نصیب نہیں ہوتی۔ یہ علم و فضل برکات و فیوضات کا آفتابِ عالم تاب اپنی کرامتوں، سعادتوں کی کرنیں روشن کرتا ہوا رمضان المبارک کے مقدس بابرکت مہینے کی سترہ تاریخ کو عالم جاودانی کی گود میں ہمیشہ کے لیے زینت پذیر ہو گیا۔ اِنّا للہ و انا الیہِ راجعون ○

شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عہد آفریں شخصیت

محمد عبدالکریم صابر
ڈیرہ
اسماعیل خان

لاریب بہت مشکل ہے جہادِ نفس اور بے پناہ یادِ خُدا کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا وہ جذبہ جو راتوں کی میٹھی نیند حرام کر دے جو کبھی مسجد میں وعظ و تلقین کے لیے لائے کبھی درس و تدریس میں مشغول رکھے کبھی جلسہ گاہ کی سٹیج پر لائے کبھی جیل کی کوٹھیوں میں نظر بند رکھے اور ساری ساری رات تسبیح و نوافل اور استغفار میں ایسا مشغول رکھے کہ صبح ہو جائے ان صفات کی حامل ہستی اور پھر اس دورِ الحاد میں صرف ایک آخری متاع اور عہد آفریں شخصیت شیخ التفسیر حضرت مولانا — احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جو درس تفسیر دیتے تو حافظ الحدیث امام عماد الدین ابن کثیر معلوم ہوتے اور درس حدیث دیتے تو ابن حجر عسقلانی کا شبہ ہوتا — وہ تقریر فرماتے تو امام ابن تیمیہؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی آتش بیانی یاد آجاتی اور درس سلوک کی تلقین فرماتے تو بایزید وقت دکھائی دیتے اور ظالم و جابر حاکم وقت کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کہتے ہوئے گرفتار ہوتے تو امام ابن حنبل کی یاد آنکھوں کے سامنے آجاتی۔ ایثار میں تحمل میں، تدبر میں، تفکر میں، خلوص میں، اخلاق میں، سیاست میں، متانت میں، سنجیدگی میں، جود و سخا میں، لطف و عطا میں، علم و حکمت میں یکتائے روزگار تھے۔

یہی ہیں شیخ التفسیر یہی ہیں امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان و انجمن خُدام الدّین۔ یہی ہیں ایک باکمال ہستی ایک عظیم و جلیل شخصیت ایک خطیب اعظم۔ مجسمہ خلوص پیکر صدق و صفا۔ مخزنِ علم و حیا۔ منبع ایثار و وفا جو ایک نظر سے بیگانوں کو اپنا اور اپنوں کو دیوانہ بنا دے۔ جس کی گفتار سراپا کردار جس کی تقریر درس تابدار اور سلک مروارید۔ تقریر فرمائیں تو سامعین وجد میں آ جائیں قرآن پڑھیں تو در و دیوار جھوم اٹھیں۔ نماز پڑھائیں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ زندگی میں اکثر اکابرین اُمت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن ایسی جامع اور متنوع شخصیت جو ہر موضوع اور موقع سے نہایت خوبی سے عہدہ برآ ہو سکے کم نظر آئے الّا حضرت شیخ التفسیر آپ کے پاس جو شخص بھی محبت و احترام کے جذبات لے کر آتا علم و ادب کے جواہرات سے اپنا دامن مالا مال اور مطمئن و مسرور ہو کر واپس جاتا۔ کبھی کسی کی تکلیف قلوب نہ کی۔ ہر شخص پہ جان قربان کرنے کو تیار اس کی تکلیف سے مضطرب ہوتے اور اس کی خوشی سے باغ باغ ہو جاتے۔ آپ کی شخصیت کا ایک عجیب کمال یہ ہے جس کو میں محسوس کرتا ہوں لیکن وضاحت نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے مثال دینے سے یہ بات کسی قدر واضح ہو جائے آپ کسی حلقہ میں بیٹھ جاتے تو یہ مجموعہ نہایت دلکش معلوم ہوتا ایسا سکوت و سکون کا عالم طاری ہوتا جو بیان نہیں ہوتا۔ ایسا استغراق اور انہماک گویا تمام حلقہ انوار کی بارش سے سیراب ہو رہا ہے۔ مرعوب ہونا جانتے ہی نہ تھے نہ کسی کے علم سے نہ کسی کی دولت سے نہ کسی کے اقتدار سے جو جتنا بھی چھوٹا ہوتا، اس سے اتنی ہی فروتنی سے ملتے بڑا ہوتا تو اس سے کہیں اور بڑا ہو کر ملتے قد درمیانہ اعضا نازک۔ رنگ گندمی مگر صاف جلد روشن داڑھی سفید اور دراز، چہرہ پہ ملاحت۔ سندھی وضع کی دلکش آنکھیں جن میں جذبات کا اتار چڑھاؤ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔ نظر تیز اور پر اعتماد پیشانی پہ داغِ سجود مثال ماہ چمکتا نظر آتا۔ آواز میں کڑک اور لچک کے دھمک سٹیج پر آتے تو معلوم ہوتا کہ صفیں اُلٹ دیں گے۔

بڑی متوازن شخصیت، ہمدرد ایسے کہ ہر شخص کے کام کو فرض سمجھ کر نہیں بلکہ اس کے ادا کرنے میں لطف اٹھاتے۔ اس قدر فرائض اور عدیم الفرصتی کے باوجود معمولات میں کوئی فرق نہ آتا اور نہ بات چیت کرنے میں کوئی تردد یا اضمحلال ہاتھ کھُلا دل غنی مزاج میں حلم گفتگو میں شگفتگی، میں نے آپ جیسا بے پناہ برجستہ گو اور دقیقہ سنج آدمی اب تک نہیں دیکھا۔

آپ عالمانہ نکتوں اور فقروں کو اس لطف و وضاحت کے ساتھ ایک دوسرے میں سموتے ہوئے برمحل و مسلسل چسپت کر جاتے کہ طبیعت عش عش کرنے لگتی۔ جو بھی آپ کو بنظرِ غائر دیکھتا تو ہر مقام پہ آپ کو ممتاز پاتا۔ طبیعت اس قدر رسا تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل کی تہ تک اس سہولت اور صفائی سے پہنچ جاتے کہ کسی کو شبہ تک نہ ہوتا گفتگو آہستہ اور مسکرا کر کرتے۔ لہجہ ہمیشہ نرم پر وقار اور باشگفتہ ہوتا آپ کے ملنے والے مختلف یا متضاد مشرب لوگ بھی آتے لیکن آپ گفتگو اس انداز سے کرتے کہ اپنی وضع بھی ہاتھ سے نہ جاتی اور دوسرا بھی مایوس اور منغض نہ ہوتا۔ آپ نے دین الٰہی کی وہ بے مثال خدمت کی کہ "خدام الدین" اور دیگر رسائل کتب سے اللہ تعالیٰ کا پیغام گھر گھر تک پہنچایا۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دینی خدمات جس کو شاہ اسماعیل شہیدؒ سید احمد بریلویؒ حجۃ الاسلام۔ مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ الاسلام مولانا حسینؒ احمد مدنی امام انقلاب مولانا عبیداللہؒ سندھی نے اپنا زیورِ زندگی تپایا۔ آپ نے اس سونے پہ سہاگہ کچھ اس طرح لگایا کہ اپنی عزیز زندگی اس پہ نثار کر دی اور اللہ کی بارگاہ سے انعام بھی ایسا پایا کہ آج تک آپ کی تربت سے خوشبوئے جنت کے بھبکے

(باقی صفحہ پر)

نعرۂ جہاد

پروفیسر حافظ ظہیر احمد صدیقی۔ ایم، اے



اے مسلمانانِ ملک قوم و ملّت الجہاد
خادمانِ صاحبِ قرآن و سنت الجہاد
تم ہو صفدر، شیر دل، غازی، جری، شمشیر زن
جنگجو، بیباک، باہمت، دلاور، صف شکن
تم ہو جاں بازو مجاہد، مردِ میداں سرفروش
قوم کے سچے سپاہی سخت جان سخت کوش
سرفروشانہ تمہیں میداں میں آنا چاہیئے
زندگی کو خون سے رنگین بنانا چاہیئے
کھیلتے ہیں مرد سیف و خنجر و صمصام سے
غازیوں کو واسطہ کیا راحت و آرام سے
نعرۂ تکبیر لب پر ہاتھ میں شمشیر ہو
پاک پرچم کے تلے رُخ جانبِ کشمیر ہو
اے مسلمانانِ ملک قوم و ملت الجہاد
خادمانِ صاحبِ قرآن و سنت الجہاد
یاد ہے اب تک جہاں کو قصّۂ بدر و حنین
راہِ حق میں کٹ مرو کہتا ہے یہ خونِ حسینؓ
آج پھر مدِّ مقابل ہے جہانِ سومنات
پھر تمہیں للکارتے ہیں پیروانِ سومنات
پھر کرو تازہ خدارا داستاں اجداد کی
ہے حکومت ہند پر ہامان کی شدّاد کی
وہ مٹانا چاہتے ہیں جلوۂ اسلام کو
تم مٹا دو صفحۂ ہستی سے ان کے نام کو
پھر کرو زندہ روایت قاسم و محمود کی
خاک میں صورت ملا دو بھارتی نمرود کی
اے مسلمانانِ ملک و قوم و ملّت الجہاد
خادمانِ صاحبِ قرآن و سنت الجہاد



دعوتِ فکر

عبدالواحد ثاقب جامعہ اسلامیہ بہاولپور

اللہ تعالےٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وکاین من آیات فی السموات والارض یمرون عنہا وھم معرضون یعنی زمین و آسمان میں اللہ تعالےٰ کی بے شمار نشانیاں پھیلی پڑی ہیں۔ لوگ انہیں دیکھتے ہیں۔ ان کی نظریں ان پر پڑتی ہیں لیکن وہ کوئی غور کئے بغیر گذر جاتے ہیں۔ اور پرواہ ہی نہیں کرتے۔

برادرانِ اسلام۔ جب ہم قدرت پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں طرح طرح کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ کہیں سورج گردش کر رہا ہے۔ کہیں ستارے ٹمٹما رہے ہیں۔ ادھر چاند اپنی روپہلی کرنوں سے قطعۂ ارض کو منور کر رہا ہے۔ تو ادھر رات اپنی سیاہ زلفوں سے زمین پر تاریکی پھیلا رہی ہے۔ کبھی دن ہے کبھی رات۔ سورج کا طلوع و غروب چاند کا ایاب و ذھاب۔ گردش لیل و نہار ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔ کہ اے خطۂ ارضی کے رہنے والے انسانوں کا اس جہاں کے تغیر و تبدل میں تمہارے لئے درس عبرت ہے۔ ان فی خلق السموات والارض و اختلاف اللیل والنہار لاٰیات لاولی الالباب۔ اس جہاں کی ایک ایک چیز۔ ایک ایک سیارہ مہرو ماہ کی ایک ایک کرن تمہارے لئے درس بصیرت ہے زمین پر اگی ہوئی گھاس کا ایک ایک پتہ۔ پھیلی ہوئی مٹی کا ایک ایک ذرّہ۔ وحوش و بہائم کی ایک ایک قسم کتاب و زبان کا ایک ایک حرف اپنے اندر ایک دیکھنے والی نگاہ کے لئے اور غور کرنے والے دماغ کے لئے کتنے مؤثر اسباق و حقائق پنہاں رکھتا ہے۔ کاش کبھی ہم نے سوچا ہوتا؟ اگر ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ ہماری نگاہوں کے سامنے لحہ بہ لمحہ کیسے کیسے مختلف نظارے آتے ہیں۔ کتنے انقلاب برپا ہوتے ہیں۔ کتنی چیزیں آنکھ کے اندر سے گذر جاتی ہیں۔ اللہ کی کتنی بڑی نشانیاں دیکھتے ہیں۔ لیکن وائے حسرتا! کبھی غور کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اگر ہم میں غور کرتے اور سوچنے کی عادت ہوتی تو ہم پر زوال و انحطاط کی یہ دلخراش اور المناک ساعتیں نہ گذر رہی ہوتیں اور ہم آج یوں سرنگوں زندگی نہ بسر کر رہے ہوتے۔

کیا ہمارا آفتاب اقبال نصف النہار پر نہیں چمک رہا تھا؟ پوری دنیا کے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے سر ہمارے ہی آگے نہیں جھک رہے تھے؟ کیا صرف ہم ہی تمام دنیا کے مالک نہ تھے۔ اور ہمارا ہی پرچم اقبال تمام دنیا پر لہرا رہا تھا۔ لیکن آج ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ اور کبھی غور کیا ہوتا تو یہ حالت نہ ہوتی لیکن غور کرنے کی تو عادت ہی نہیں۔

کیا ہم وہی بہترین امت نہیں جس کی شان میں فرمان باری تعالےٰ ہے۔ کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ ہاں ہاں ہم وہی بہترین امّت ہیں۔ لیکن ہم اپنے مقصد کو بھول گئے۔ ہم نے اپنی ڈیوٹی سے اعراض کر لیا۔ اور اس اہم فرض سے روگردانی کی۔ جس پر عمل کرتے ہوئے ہم ملکوں کے بادشاہ بن گئے تھے۔ اور دنیا کے خزانے ہمارے قدموں میں ڈھیر ہو گئے تھے۔

برادران اسلام قرآن کریم کی مندرجہ ذیل بالا آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اسی وقت بہترین اُمّت کہلا سکتے ہیں۔ جب ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنائیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ ہمیں بہترین امّت کہا جائے لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے ہم بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ اور اس غفلت و لاپرواہی نے ہمیں اتنا بےحس بنا دیا ہے کہ ہمیں یہ احساس بھی پیدا نہیں ہوتا کہ کون اچھا کام کر رہا ہے۔ اور کون برائیوں میں مبتلا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب متواتر ضمیر کی آواز نہیں سنی جاتی تو نفس امارہ کی ہر تحریک اور خواہش پر لبیک کہا جاتا ہے۔ اور ضمیر رفتہ رفتہ بےحس اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اب قلب کی بےحسی اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ قرآنی آیت لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ہم پر بالکل صادق آ رہی ہے ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ ہمارے ذمہ بھی ایک فرض ہے۔ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کو نیکی کا حکم کرنا ہے۔ بُرے کاموں سے روکنا ہے۔ پہلے ہر مسلمان نہ صرف دوسروں کے لئے بلکہ خود اپنے لئے بھی واعظ و محتسب کی حیثیت رکھتا تھا۔ کہیں برائی ہوتے دیکھتا تو غضب ناک ہو جاتا۔ برائی کرنیوالے کو ملامت کرتا لیکن اب روکنے اور ملامت کرنے کی بجائے اگر برائی کرنیوالا آشنا ہے تو اس کی تائید کی جاتی ہے۔ شاباش کہی جاتی ہے۔

دیکھئے آپ کے محلہ میں عیاش۔ کبوتر باز۔ بٹیر باز مقدمہ باز۔ رشوت خوار۔ ہر قسم کی برائی کرنیوالے ہوں گے۔ لیکن آپ سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہیئے کیا کبھی ان لوگوں کو ان برائیوں اور معصیتوں سے روکنے کی سعی کی ہے۔ کسی مقدمہ باز سے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بہت بری حرکت ہے۔ رشوت خوار کو کہا ہے۔ کہ رشوت "تاکلون النار" کی حیثیت رکھتی ہے۔ عیاش کو ڈرایا ہے کہ زنا کے وقت مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔ بے نمازیوں کو نماز کی تاکید کی ہے۔ کہنے ڈرانے کو جانے دیجئے۔ اپنے دل سے پوچھئے کہ کبھی اس نے ان کاموں کو اصلاً برا بھی سمجھا ہے تو بہ کیجئے اور باری تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر برے کاموں سے بچنے کی دُعا کیجئے۔

حضور علیہ السلام کی حدیث ہے۔ کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب کسی کو برائی کرتے دیکھے تو بزور بازو اسے روک دے اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے دل سے اس برائی کو برائی اور معصیت تو سمجھے۔ لیکن یہ آخری صورت ضعف ایمان کی آخری سرحد ہے۔ کیا اس کا یہ مفہوم نہاں کہ اگر برائی دیکھ کر بھی برائی سے بیزاری پیدا نہ ہو تو یہ عین کفر ہے۔

آج کل ہمیں مسلمانوں میں ایک فی صدی افراد بھی ایسے نظر نہیں آتے۔ جو بزور بازو زبان روکنا تو ایک طرف دِل ہی میں برائی کو بُرا سمجھتے ہوں۔ اکثریت کا تو یہ حال ہے۔ کہ برائی دیکھ کر برائی کا خیال اور الٹا ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ناکردہ گناہوں کی ہزاروں حسرتیں سینے میں موجزن ہوتی ہیں جس سے متاع ایمان روز بروز گھٹتی اور غارت ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے۔ کہ مسلمان جہاں ایک ایک پیسہ اور ایک ایک چیز کی حفاظت و نگہداشت کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ وہاں دولت ایمان کے تحفظ و صیانت کا انہیں خیال تک بھی نہیں آتا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ برائی دیکھ کر برائی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ بھلائی کی جگہ جا کر بُرا کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ بروں کی صحبت سے انسان بُرا ہوتا ہے۔ شرم و غیرت کتنے قوی الاثر جذبے ہیں۔ عصمت و عزت کتنی گرانمایہ و گرانقدر چیزیں ہیں۔ لیکن تواتر عمل ان کی مسلمہ اہمیت و عظمت کو بھی دل سے فنا کر دیتا ہے۔ اور پھر حالت یہ ہوتی کہ وہی چیز جس پر کبھی از خود تنفر پیدا ہوتا تھا۔ اس پر فخر و ناز کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ عورت کے تحفظ و عصمت کے لئے اپنی جان پر کھیل جانا اس کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ لیکن کسب اور تواتر عمل کی کرشمہ کاریاں ملاحظہ فرمائیے۔ کہ یہی عورت جب بگڑتی ہے تو حسن فروشی کرنے لگتی ہے۔ عصمت و عزّت کی بربادی و اضاعت اس کے لئے ایک اندوہ جانسوز نہیں بلکہ ایک مایہ فخر بن جاتی ہے۔ اور اس کی صیانت و نگہداشت پر نہیں بلکہ اس کی تباہی اور ننگ و ناموس کے مٹنے پر ناز ہوتا ہے۔ جو مخلوق کل تک اپنے سائے تک سے جھجکتی اور مردِ غیر کے تصوّر سے شرماتی تھی۔

محمد ظفر اللہ بیگ ۔ رحیم یار خان

نماز کی اہمیت

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی الذین اصطفیٰ اما بعد

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے ۔ سب سے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنے اس بات کا اقرار کرنا ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ اس کے بعد نماز کا قائم کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا ۔ حج کرنا ۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ۔ یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ سے تشبیہ دی ہے ۔ جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے ۔ تو کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے ۔ اور بقیہ چاروں ارکان بمنزل ان چار ستونوں کے ہیں ۔ جو چاروں کونوں پر ہوں ۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا ۔ اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کونوں میں سے کوئی ایک لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا ۔ لیکن جس کونے کی لکڑی نہ ہو گی ۔ وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہو گی ۔ اس کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے ۔ جن کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے ۔ اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں ۔ حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے ۔ اور ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے ۔ مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ۔ کہ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ عمل کونسا محبوب ہے ۔ ارشاد فرمایا نماز ۔ چنانچہ احادیث میں نماز کی فضیلت بہت زیادہ آئی ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے ۔ اور پتے درختوں سے گر رہے تھے ۔ آپ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی ۔ اس کے پتے اور بھی گرنے لگے ۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے ۔ تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں ۔ سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا بھی یہی اثر ہے ۔ کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ دوسری بات حدیث پاک میں ہے ۔ کہ ابوعثمانؓ کہتے ہیں ۔ کہ میں حضرت سلمان علیہ السلام کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا ۔ انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی ۔ جس سے اس کے پتے گر گئے ۔ پھر مجھ سے کہنے لگے ۔ اے ابوعثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا ۔ انہوں نے کہا میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا تو آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر ایسے ہی کیا تھا ۔ جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلیمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا ۔ میں نے عرض کیا بتا دیجئے ۔ کیوں کیا ؟ آپ نے فرمایا ۔ جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے ۔ تو اس کی خطائیں اس سے ایسی ہی گر جاتی ہے ۔ جیسے یہ پتے گرتے ہیں ۔ پھر آپؐ نے قرآن کی آیت اَقِمِ الصلوٰۃ طرفی النہار تلاوت فرمائی ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہیں ۔ گناہوں کو ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو ۔ علمار نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں ۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے ۔ اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستر مضرتیں ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ بھی کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا ۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں ۔ وضو کے اعضار قیامت میں روشن اور چمکدار ہوں گے ۔ اور اس سے حضورؐ فوراً اپنے امتی کو پہچان لیں گے ۔

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لیے کفارہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو کچھ صغیرہ گناہ ہوتے ہیں ۔ وہ نماز کی برکت سے صاف ہو جاتے ہیں ۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔ مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے ۔ وہ کچھ کاروبار کرتا ہے ۔ جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد و غبار میں کچیل لگ جاتا ہے ۔ اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان پانچ نہریں پڑتی ہیں ۔ جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے ۔ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا لغزش ہو جاتی ہے ۔ تو نمازوں میں دعا و استغفار کرنے سے اللہ جل شانہ بالکل اس کو معاف فرما دیتے ہیں ۔ الحاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے ۔ کہ اللہ جل شانہ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے ذرا بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ جاتی ہے ۔ اس لئے مختلف مثالوں سے حضورؐ نے اس مضمون کو واضح فرمایا اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے :-

. . . .

حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا ۔ تو آپؐ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے ۔ الحاصل نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے ۔ اور جب رحمت الٰہی مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے ۔ کہ کسی پریشانی کی کہ باقی رہے ۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور پر یہ مضمون وارد ہوا ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضورؐ کا اتباع فرمانے والے ہیں ۔ ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے ۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سفر میں تھے ۔ راستے میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ۔ اور فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تو قرآن پاک کی آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ تلاوت کی ۔ حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت سے فضائل آئے ہیں ۔ تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت پر سب سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا ۔ نماز کا ستون ہے ۔ نماز مومن کے لئے معراج ہے ۔ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے نماز مومن کا نور ہے نماز افضل جہاد ہے ۔ نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا مرتبہ بدن میں میرے بھائیو! جس طرح نماز کے پڑھنے پر قرآن و حدیث میں بار بار تاکید آئی ہے ۔ اسی طرح نماز کے چھوڑنے پر بھی بہت سخت عذاب اور وعیدیں وارد ہوئی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز نماز چھوڑنا ہے ۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ۔ کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو ۔ ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے ۔ دوسری نماز جنازہ جب تیار ہو جائے ۔ تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے ۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حق کی فتح مندی کا پہلا نشان

"بدر"

مولانا حکیم مختار احمد الحسینی

درسِ توحید اور اس کے اثرات

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو سب سے پہلا اور ابتدائی درس دیا ہے وہ عقیدہ توحید ہے۔ یہی اسلامی عقائد کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس عقیدے کے مفاد اور تقاضے یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو ذات و صفات میں شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اسی کو خالق جانا جائے اطاعت و عبادت اسی کی خوشنودی اور رضا کے لئے کی جائے۔ پیشانی و گردن جھکے تو صرف خدا کے آگے۔ زندگی، موت، فتح و شکست، عزت و دولت، کامیابی و ناکامی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہی عقیدہ تھا جو مسلمانوں کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ اس کا اظہار صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل و کردار سے کیا گیا۔ بھلا جو قوم اس پر ایمان و یقین رکھتی ہو وہ غلامی و محکومی کی زندگی کیونکر بسر کر سکتی ہے۔ یہی تو اس امر کا باعث بنا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قلیل سی اور بے سروسامان جماعت کو لے کر کفر کی عظیم اور مسلح افواج کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوئے

عزم

اس قلیل جماعت کو خدا کی امداد پر کامل یقین و بھروسہ تھا۔ اور یہی عزم لے کر وہ نکلے تھے۔ ان کے ہاتھ اگرچہ خالی تھے ان کے پاس سواری کا جانور بھی نہیں تھا پہننے کے لئے کپڑے تک میسر نہ تھے۔ ان کے امیر اور سپہ سالار کا یہ حال تھا کہ اس کے رہنے کو شکستہ حجرہ اور ٹوٹا ہوا بوریا تھا۔ یہی عالم اس کے سپاہیوں کا تھا۔ لیکن اُن کی پیشانیوں سے قناعت و صبر کا اطمینان چھلک رہا تھا۔ آنکھوں میں استغناء کا نور تھا۔ دل شوقِ شہادت سے معمور تھے۔ قلت کے باوجود دبدبۂ سکندری ان کے بشرہ سے عیاں اور ہر ایک کے چہرہ سے جلال فاروقی آشکارا تھا۔

جذبۂ جہاد

جب قریش کی یلغار کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور جنگ سے متعلق رائے لی۔ مہاجرین میں سے حضرت مقدادؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ جس طرح انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا" جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑو۔ ہم سے جنگ نہیں ہوتی" ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خداوند ذوالجلال کی قسم اگر آپ برک الغماد تک جائیں تو ہم آپ کے ہمراہ لڑتے جائیں گے۔ انصار کے رئیس حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ ہمارا خیال و ارادہ معلوم فرمانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! کہا۔ ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی شہادت دی کہ جو کچھ آپ نے پیش کیا ہے حق ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہم نے آپ کے عہد و پیمان کئے۔ سو آپ جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا۔ اگر ہمارے سامنے سمندر آئے تو ہم اس میں کود پڑیں گے۔ یہ تھا صحابہؓ کا جذبہ جس سے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات
صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

کفارِ قریش اپنے نسلی غرور اور قوت کے نشہ میں سرشار محفل ناؤ نوش جمائے ہوئے ہیں۔ اور پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) مالک حقیقی کے حضور سجدے میں گر گر کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا مانگ رہے ہیں۔ کہ خدایا! اگر یہ چند توحید پرست مٹ گئے تو قیامت تک تیری عبادت کرنے والا اور توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ آپ خاتم النبیین تھے۔ آپ کے بعد کسی نبی نے تو پیدا ہی نہیں ہونا تھا جو کہ لوگوں کو خدا کی عبادت اور اس کی توحید کا درس دیتا۔ ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے یقین کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

مقابلہ اور نصرتِ خداوندی

۱۷ رمضان المبارک کی صبح کا سورج انوکھے اور نرالے انداز سے طلوع ہوا اور توحید پرستوں کے لئے فتح و کامرانی کا مژدہ لئے ہوئے نکلا۔ کہ دنیا کی تقدیر بدل گئی اور تاریکی کے بادل جو فضا میں چھائے ہوئے تھے چھٹ گئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت اور ختم نبوت کا تاج پہنے ہوئے سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُر "کفار کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیریں گے" کا ورد کرتے ہوئے میدان جنگ میں پیغمبرانہ شان و جلال سے اُترے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صحابہؓ نے اپنی صفوں کو درست کیا اور شوق شہادت کے جذبہ سے سرمست ہو کر مقابلہ کے لئے آ کھڑے ہوتے۔ دوسری جانب قریش اپنے نسلی تکبر و غرور اور قوت کے نشہ میں ڈوبے ہوئے مقابلہ میں آئے۔ ان کے تین جرنیل عتبہ۔ شعبہ اور ولید لوہے میں غرق میدان میں نکلے۔ اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ صحابہؓ کی صفوں سے تین انصار فوراً مقابلہ میں آئے۔ قریش کے ان سرداروں نے ان سے لڑنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ اُن کے قبیلہ سے اور جوڑ کے نہیں۔ ان کے اس مطالبہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ میدان جنگ میں اترے۔ دونوں طرف سے تلواریں نکلیں، چمکیں اور برسیں۔ صحابہؓ نے اسے بچوں کا کھیل جانا۔ چشم زدن میں کفار کے تینوں جرنیل خاک و خون میں لتھڑ گئے۔ ان کے قتل ہوتے ہی کفار کے تمام لشکر نے جوش انتقام میں آکر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ٹوٹی ہوئی تلواروں اور نیزوں سے ان کا استقبال کیا۔ خیر و شر کا تصادم ہو گیا۔ ادھر خدا کی نصرت و امداد آ پہنچی۔ توحید پرستوں نے دشمن کو تلواروں اور نیزوں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ سر کٹ کٹ کے گرنے لگے۔ چیخ و پکار اور تلواروں کی جھنکار کی آوازیں بلند ہوئیں۔ باطل کے جھوٹے غرور کا سر خم ہو گیا۔ اور اس کے لشکریوں کے بل نکل گئے۔

عظیم اور انوکھا کردار

قریش کا نسلی غرور اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنے سے غیر قبیلے کے آدمی سے لڑنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اور مسلمان جو توحید کے علمبردار تھے۔ اُن کی نظر میں امیر و غریب، شاہ و گدا، گورے اور کالے، عربی و

عجمی سب برابر تھے۔ حُب فی اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پہلی لڑائی میں باپ بیٹے کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ بھائی بھائی کے مقابلہ میں آنکلا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ قریش کی طرف سے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ تلوار کھینچ کر لڑائی کے لئے آگئے۔ عتبہ سامنے آئے تو ان کے فرزند حضرت حذیفہؓ باپ کے مقابلہ پر اُتر آئے۔ تاریخ کی انوکھی لڑائی لڑی جا رہی تھی۔ مسلمانوں نے کفر کی صفیں اُلٹ دیں۔ کفار کا غرور، گھمنڈ اور نسلی تفاخر مٹ گیا۔ ابوجہل مدینہ کے دو کسان گھرانوں کے بچوں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ کفار راہ فرار اختیار کر گئے ———

چنانچہ وعدۂ الٰہی کے مطابق توحید پرستوں کی برتری اور فتح مندی لازمی تھی۔ ان لوگوں کو تو خدا نے اپنی جماعت کہا تھا اور ان کے لئے فتح مندی کا وعدہ فرمایا تھا۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (خبردار ہو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوگا) مسلمان اسی پر یقین محکم رکھتے تھے جیسے شاعرِ ملت علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

یقین محکم اور عمل پیہم ہی تو وہ ہتھیار ہیں جو فتح و نصرت کا سبب بنتے ہیں ——— مولانا سعید احمد صاحب نے اس شعر کی یوں تفسیر کی ہے کہ فرزندانِ توحید کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ یقین محکم رکھتے ہیں لیکن کس چیز کا؟ نسلی، وطنی یا عملی اعتبار سے دوسروں پر فائق ہونے کا نہیں بلکہ اس بات کا کہ ؎

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے

پھر یہ قوم عمل پیہم بھی کرتی ہے تو اسی غالب تصور و ایمان کے زیرِ اثر۔ اس بنا پر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا "یقین محکم" اور ان کا "عمل پیہم" اپنے اندر ایک خصوصیت فائقہ رکھتا ہے کہ وہ عقیدہ توحید اور اعمال میں "اتقا" کی رعایت رکھے بغیر کسی میں بھی پیدا نہیں ہوسکتی۔ تیسری چیز جو اقبال نے بیان کی ہے وہ ہے "محبت" جس کو انہوں نے فاتح عالم کہا ہے۔ یقین محکم اور عمل پیہم کی طرح یہ "محبت" مسلمانوں کی طرح دوسری اقوام میں بھی پائی جا سکتی ہے۔ مگر مسلمانوں کی محبت بھی ان کے یقین و عمل کی طرح دوسری اقوام کی محبت سے یکسر مختلف ہے۔ ان کی محبت کسی ذاتی حظِ نفس یا نفسی خواہش پر مبنی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کے تعلق کے اعتبار سے اس محبت کی بنیاد انسانی اخوت کے احساس و خلوص و للہیت کے جذبہ پر قائم ہوتی ہے۔ اسی محبت کو حب فی اللہ کہتے ہیں۔ اس محبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کسی قوم سے جنگ کرتے ہیں۔ تو چونکہ اس جنگ میں ہوسِ ملک گیری یا جذبۂ ملوکیت پسندی کو دخل نہیں ہوتا بلکہ بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت اور خالصتہً لوجہ اللہ اعلاء کلمۃ الحق اس کا مقصد ہوتا ہے۔ اس بنا پر عام فاتحینِ عالم کی طرح مفتوح اقوام کے ساتھ ناگوار جبر و تشدد کا معاملہ نہیں کرتے اور سختی کے ساتھ ان احکام کی پابندی کرتے ہیں جو اس بارہ میں خدا نے انہیں بتلائے ہیں۔" جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ سلوک روا رکھا گیا۔" اس صلح جویانہ روش کا اثر یہ ہوتا ہے کہ فریقِ مخالف اپنے ہنگامی یا جذباتی بغض و عناد کی عینک اتار کر جب ان کے اخلاق و اعمال اور ان کے دُور رس باطنی احساسات کا جائزہ لیتا ہے تو اس کی عداوت محبت سے اور اس کا تنافر انسیت والفت سے بدل جاتا ہے۔

اسلام کی حقانیت عیاں ہوگی

واقعہ بدر نے حق و باطل کو ایک دوسرے سے ممیز کر دیا۔ اسلام کی حقانیت عیاں ہوگی۔ عرب کی تاریخ اپنے تاریک و کافرانہ ماضی سے منقطع ہوگئی۔ اور اسلام نے مستقبل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ جنگ بدر اسلام اور مسلمانوں کی آئندہ کی تمام کامیابیوں کا نقطۂ آغاز بنی۔ اس کے فیصلہ کن انجام نے تاریخ انسانیت کو ایک روشن موڑ عطا کر دیا۔ بدر سے اسلام کا قافلہ رواں دواں ہوگیا۔ اور ہر عہد میں "بدر" اسلام کی فتح کا نشان بنا رہا۔ آج بھی مسلمانوں پر کسی طرف سے کفر کی یورش ہوتی ہے اور باطل اپنی کثرتِ تعداد اور بھاری ساز و سامان کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتا ہے تو مسلمان قلتِ تعداد، کمی ساز و سامان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کفر کی ہر یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کی اس جرأت و ہمت اور بے باکی میں بدر کی روح و یقین ہی کام کرتی ہے۔ جو کہ بالآخر اسے کامیابی و فتح مندی کی منزل سے ہم کنار کر دیتی ہے۔

---

(۲) ہم بھائی مشتاق صاحب، اُن کے خاندان، مرحوم کے ننھے ننھے معصوم بچوں اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازے ——— آمین!

بقیہ ص ۴ اداریہ نوٹ

منیجر خدام الدین کو صدمہ

یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ سید مشتاق حسین صاحب بخاری اعزازی منیجر ہفت روزہ خدام الدین کے برادرِ محترم سید اختر حسین شاہ بخاری ایم۔اے۔بی ایڈ چند ماہ علیل رہنے کے بعد ۳۹ سال کی عمر میں عیدالفطر سے دو دن بعد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس رنج و غم میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری صاحب کے دوسرے برادر بزرگوار سید انور حسین صاحب بھی صرف کچھ عرصہ پہلے اس عالم فانی سے راہیٔ ملکِ جاودانی ہوگئے تھے۔ ان کے بچوں کی نگہداشت بھی مرحوم کے ذمے تھی۔ لیکن خدا کی مرضی کہ بڑے بھائی کے اہل و عیال کی نگہ گیری کرنے اور اُن کے غم میں گھلنے والا خود اپنے پانچ بچوں اور بیوہ کو داغ مفارقت دے گیا۔ اور اس طرح تین گھروں کی کفالت کا بوجھ ہمارے عزیز بھائی اور قابل قدر ساتھی سید مشتاق حسین صاحب بخاری کے کاندھوں پر آ پڑا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اُن کی معصوم تمنائیں اور آرزوئیں، والدِ محترم کے فراق میں ان کا تڑپنا اور بلکنا اور ان کے سامنے مستقبل کے دھندلکوں میں پھیلے ہوئے یاس کے گھناؤنے سائے دیکھ کر کون صاحب دل ہے جو بے تاب نہ ہو جائے۔ اور ان کے غم میں شریک نہ ہو۔ کوئی شقی القلب ہی ہوگا جس کا دل غم سے نہ پسیجے۔ اور جس کے دل میں معصوم بچوں، مجبور بیوہ اور غمزدہ بھائی کے لئے ہمدردی و غمگساری کے جذبات نہ امڈ آئیں!

پھر جب یاس و حرماں زدہ خاندان کے ساتھ گہرا قلبی اور روحانی لگاؤ بھی ہو تو غم و الم کی شدت مزید کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادارہ خدام الدین کے ہر رکن نے اس صدمے کو اپنا صدمہ اور بخاری صاحب کے غم کو اپنا غم سمجھا اور اس حادثہ کے باعث سب کے دل بیقرار اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

بخاری صاحب اور ہفت روزہ خدام الدین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس وقت سے یہ جریدہ عالم وجود میں آیا ہے بخاری صاحب کی بے لوث اور مخلصانہ خدمات اسے کسی نہ کسی رنگ میں ضرور حاصل رہی ہیں ——— موصوف کا سارا خاندان حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اور خدام الدین کا جی جان سے فدائی ہے ——— ظاہر ہے اس صورت میں مرحوم کی رحلت صرف پسماندگان اور اعزہ اقربا ہی کا المیہ نہیں بلکہ بلکہ خدام الدین کا بھی ذاتی نقصان ہے۔ (۲)

بقیہ :- خطبہ جمعہ

کام ہے ۔ اللہ تعالے جل شانہٗ کا فضل شاملِ حال ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں ایک مدتِ مدیدہ تک مجاہدے اور ریاضت کی بھٹی میں سے گذرنے کے بعد یہ مقام حاصل ہوتا ہے ـــــ راہ میں آزمائشیں بھی آتی ہیں اور دشواریوں سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے اور تب کہیں جا کر سالک منزل سے ہمکنار ہوتا ہے ۔ خود اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے :-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ (س البقرہ ع ۱۹ - پ ۲)

ترجمہ : اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو ۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں ۔ اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔

بہرحال

حق تعالےٰ سبحانہٗ خالق و مالک ہیں ۔ انہیں حق ہے کہ اپنی مملوکہ چیزوں میں جب چاہیں، جس طرح چاہیں اور جو چاہیں تصرف فرمائیں ۔ کسی کو مجالِ دم زدن نہیں ہونی چاہیئے ۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کا پندرہ سولہ برس کا بیٹا بیمار ہوا اور فوت ہو گیا ۔ وہ اس کے اوپر چادر ڈال کر سرہانے بیٹھے کچھ پڑھتے رہے ۔ جو پوچھتا اُس سے فرما دیتے کہ اب آرام آگیا ہے صبح کی نماز پڑھ کر جماعت کو اطلاع دی کہ بچہ فوت ہو گیا ہے اُس کے کفن دفن کی تیاری کی جائے ۔ اللہ والے سمجھتے ہیں جو محبوب کی طرف سے آئے وہ ٹھیک ہے ۔ کوئی بوڑھا مر جائے تو دنیا دار خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا بابا مر گیا ۔ لیکن تصنع سے جھوٹا رونا روتے ہیں اس کے برعکس بیٹا پیدا ہو تو خوشیاں مناتے ہیں اور اگر مر جائے تو چیخ و پکار اور واویلا کرتے ہیں ۔ اس طرح نہ اِدھر خدا کی رضاء کا خیال رکھتے ہیں نہ اُدھر ـــــ

حضرت رمیضہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت رمیضہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں ۔ آپ کے خاوند باہر گئے ہوئے تھے ۔ بچہ بیمار تھا ۔ فوت ہو گیا ۔ آپ نے بچے پر کپڑا ڈال کر اُسے چارپائی پر ایک طرف لِٹا دیا ۔ شام کو خاوند گھر لوٹا تو آتے ہی اُس نے بچے کی خیریت دریافت کی ۔ حضرت رمیضہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بچہ آرام کر رہا ہے اور کھانا لا کر خاوند کے سامنے رکھ دیا ۔ خاوند اطمینان سے کھانا کھا چکا تو سعادت مند بیوی نے سوال کیا ۔ پڑوس کی عورت کے پاس میں نے ایک امانت رکھی تھی ۔ اب اُس سے طلب کرتی ہوں تو واویلا کرتی ہے ۔ کیا اُس کا یہ فعل درست ہے ؟ خاوند نے فرمایا اُسے امانت لوٹاتے ہوئے واویلا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ۔ اس حال میں اُس کا رونا محض نادانی ہے ـــ حضرت رمیضہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ۔ اللہ رب العزت نے ہمیں بھی بیٹا امانت کے طور پر دیا تھا ۔ اور اب اس نے وہ امانت واپس لے لی ہے کیا ہمیں بھی اس حال میں بیٹے کی جدائی پر صبر نہ کرنا چاہیئے ؟ اس طرح سعادت مند بیوی نے خاوند کے غم کو ہلکا کر دیا اور راضی بقضاء ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا ـــ یہ صحابیؓ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو ۔ میں نے آج رات تمہاری بیوی رمیضہ رضی اللہ عنہا کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں دیکھا ہے ۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

بزرگانِ محترم ! یہ ہے راضی بقضائے الٰہی ہونا ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف بالشت برابر آتا ہے اللہ اُس کی طرف ہاتھ برابر آتا ہے جو ہاتھ برابر آتا ہے اللہ اُس کی طرف باع برابر آتا ہے ۔ جو چل کر آتا ہے اللہ اُس کی طرف دوڑ کر آتا ہے ۔ کوئی اُس کی طرف جھکے سہی وہ اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہے ـــ اسی طرح جو شخص اللہ کی رضاء کی طرف جھکے گا، اُس کی رضاء کے حصول کے لئے تگ و دو کرے گا اللہ رب العزت بھی اُس پر اپنی رضاء و خوشنودی کی بارش برسا دے گا اور اُس کو اِس مقامِ بلند سے ضرور نوازے گا ۔

بزرگانِ محترم ! خوب سمجھ لیجئے ـــــ کہ "رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ" والا مقام جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر اور بلند ترین منصب ہے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عقیدت، ادب اور اطاعت کے تار سلامت ہوں تو اللہ والوں کی صحبت میں اس مقام کو حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور طالب منزل سے ہمکنار ہو جاتے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس مقامِ بلند کو پیشِ نظر رکھنے اور اس کی طرف قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

بقیہ :- دعوتِ فکر

اس کی ماہیت میں یہ انقلاب رونما ہوتا ہے ۔ کہ وہ سنگھار کر کے ہزاروں نگاہوں کے سامنے بازاروں سے گھومتی ہے اور بیگانوں کی مجلسوں کی زینت بنتی ہے ۔ کل تک عورتوں کو اپنے دروازے سے باہر قدم نکالتے ہوئے ۔ پسینہ آجاتا تھا ۔ اور چار قدم بھی نہیں چلا جاتا تھا ۔ باپ بھائی کے سامنے بھی شرمائی ہوئی آتی تھی ۔ آج وہ مال روڈ اور پارکوں میں رنگ برنگ کی ساڑھیاں باندھے منہ پر غازہ ملے "مکشوف الوجہ" مصروف سیر و تفریح نظر آتی ہے اور ماضی کا عیب حال کا ثواب بن رہا ہے ۔ آزادی و آزاد خیالی نے اخلاقیات کو برباد کر کے رکھ دیا ہے ۔

ان معاصی و مناہی اور آزاد خیالی و آزادروی کے روز افزوں ہونے کے وجوہ بھی یہی ہیں ۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف سے ایک عام بے پروائی ہوتی جا رہی ہے ۔ اور مسلمانوں میں ہر طرف "کسے را با کسے کارے نیست" کا عالم نظر آرہا ہے ۔ مسلم حس اس حد تک مردہ ہو چکی ہے کہ نہ باپ بیٹی کی مذہبی لغزشوں پر معترض ہوتا ہے اور نہ شوہر بیوی کی ۔ ہر کوئی اپنے فعل میں آزاد ہو گیا ہے ۔ کوئی کسی کو نہیں روکتا ۔ وہ مسلمان جو دنیا میں دوسروں کو راہ دکھانے اور نیک بنانے کے لئے دنیا میں آئے تھے ۔ آج خود اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ کوئی انہیں سمجھائے اور نصیحت کرے ۔ جب تک مسلمان فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر وسعت اور پورے جوش و خروش کے ساتھ عمل نہ کریں گے ۔ اس وقت تک مسلمانوں کی حالت کا سنبھلنا یقیناً سخت مشکل ہے ۔ اور ان کی حالت بد کا اصلاح پذیر ہونا محال ہے ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

بقیہ :- نماز کی اہمیت

بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو دیندار سمجھتے ہیں ۔ اور گویا نماز کے پابند سمجھتے ہیں ۔ وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے سفر کا ہو دکان کا ہو ملازمت کا ہو گھر آ کر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں ۔ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جائے ۔ سخت گناہ کبیرہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی کو اس سے محفوظ فرمائے اور اپنے لطف و کرم سے نوازے ۔



غریبوں سے بخل کا نتیجہ اچھا نہیں

حاجی کمال الدین لاہور

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ .... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ ۔ ہم نے (ان مکہ والوں کو سامانِ عیش دیکر) ان کی آزمائش کر رکھی ہے (کہ یہ ان نعمتوں میں کیا عمل کرتے ہیں) جیسا کہ (ان سے پہلے) ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ اُن باغ والوں نے آپس میں قسم کھائی اور عہد کیا کہ اس باغ کا پھل ضرور صبح کو توڑ لیں گے ۔ اور (ان کو ایسا پختہ یقین تھا کہ) انشاء اللہ بھی نہ کہا ۔ پس اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک عذاب پھر گیا (جو ایک آگ تھی یا کوئی) اور وہ لوگ سو رہے تھے پس صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا ۔ جیسا کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی ہے ۔ اور بعض جگہ اس کو کاٹ کر اس جگہ آگ بھی لگا دی جاتی ہے) پس صبح کو سویرے وہ باغ والے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل توڑنا ہے ۔ تو سویرے چلو ۔ پس چلتے ہوئے آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جا رہے تھے کہ آج کوئی محتاج تم تک نہ آنے پائے ۔ وہ اپنے خیال میں اس کے روک لینے پر اپنے آپ کو قادر سمجھ کر چلے (کہ سب کچھ خود ہی لے آئیں گے) جب وہاں پہنچ کر اس کو دیکھا تو کہنے لگے ۔ کہ ہم راستہ بھول گئے (کہیں اور پہنچ گئے یہ تو وہ باغ نہیں ہے ۔ لیکن جب قیاس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی جگہ ہے تو کہنے لگے) کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ۔ ان میں جو آدمی (کسی قدر) نیک تھا (لیکن عمل میں ان کا شریک تھا) کہنے لگا ۔ کہ میں نے تم سے کہا تھا (کہ ایسی بدنیتی نہ کرو ۔ غریبوں کے دینے سے برکت ہوتی ہے اب) اللہ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے (یعنی توبہ و استغفار کرو) وہ باغ والے کہنے لگے ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم قصوروار ہیں ۔ پھر ایک دوسرے کو الزام دینے لگے (جیسا کہ عام طور سے عادت ہے کہ جب کوئی کام بگڑ جائے تو ہر ایک دوسرے کو قصوروار بتایا کرتا ہے ۔ پھر سب کے سب کہنے لگے کہ بیشک ہم سب ہی حد سے تجاوز کرنے والے تھے (کسی ایک پر الزام نہیں ہے سب کی یہی صلاح تھی ۔ سب مل کر توبہ کرو اس کی برکت سے) شائد ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ دے دے ۔ اب ہم توبہ کرتے ہیں (اس کے بعد اللہ جل شانہٗ تنبیہ کے طور پر فرماتے ہیں) اسی طرح (دنیا کا) عذاب ہوا کرتا ہے (کہ ہم بدنیتی سے چیز ہی کو فنا کر دیتے ہیں) اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو جان لیتے (کہ غریبوں سے بخل کا نتیجہ اچھا نہیں)

یہ بڑی عبرت کا قصہ ہے ۔ جو ان آیات میں فرمایا گیا ۔ جو لوگ غربا مساکین اہلِ ضرورت کو نہ دینے کے عہد و پیمان کرتے ہیں ۔ قسمیں کھا کھا کر وعدے کرتے ہیں کہ ان ضرورت مندوں کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا جائیگا ۔ ایک وقت کی روٹی بھی نہ کھلائی جائے گی ۔ یہ نالائق ہرگز اعانت کے مستحق نہیں ان کو دینا بیکار ہے ۔ وہ اپنے سارے مال سے یوں بیک وقت ہاتھ دھو لیتے ہیں ۔ اور جو نیک دل اس طرز کو پسند نہیں کرتے لیکن عملاً لحاظ ملاحظہ میں ان کے شریک حال ہو جاتے ہیں وہ بھی عذاب کی بلا سے نجات نہیں پاتے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو واقعہ گزرا ہے ۔ وہ حبشہ کے رہنے والے آدمیوں کا ہے ان کے باپ کا ایک بہت بڑا باغ تھا ۔ وہ اس میں سے مانگنے والوں کو بھی دیا کرتا تھا ۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی اولاد کہنے لگی کہ ابّا جان تو بے وقوف تھے ۔ سب کچھ ان لوگوں کو بانٹ دیتے تھے ۔ پھر قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم صبح ہی سارا باغ کاٹ لائیں گے ۔ اور کسی فقیر کو اس میں سے کچھ نہیں دیں گے ۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس باغ کے مالک بڑے میاں کا دستور یہ تھا کہ اس کی پیداوار میں سے ایک سال کا خرچ رکھ کر باقی سب کا سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے ان کی اولاد اس طرز سے روکتی رہتی تھی ۔ مگر وہ نہ مانتے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی اولاد نے یہ کوشش کی جو اوپر ذکر کی گئی کہ سارے کا سارا روک لیں ۔ اور کسی غریب کو کچھ نہ دیں ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں ۔ کہ یہ باغ یمن میں تھا ۔ اس جگہ کا نام ضروان تھا (جو یمن کے مشہور شہر) صنعار سے چھ میل تھا ۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ وہ عذاب جو اس باغ پر مسلط ہوا جہنم کی گھاٹی سے ایک آگ نکلی جو اس پر پھر گئی ۔

مجاھد کہتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ پاک کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے رہا کرو ۔ آدمی بعض گناہ ایسے کرتا ہے ۔ کہ اس کی نحوست سے علم کا ایک حصہ بھول جاتا ہے (یعنی حافظہ خراب ہو جاتا ہے اور پڑھا ہوا بھول جاتا ہے) اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں ۔ جن کی وجہ سے تہجد کو آنکھ نہیں کھلتی اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں ۔ جنکی وجہ سے اس کی آمدنی جو بالکل اس کے لئے آنے کو تیار ہوتی ہے ۔ جاتی رہتی ہے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی ۔ فطاف علیہا طائف من ربک الایہ اور فرمایا کہ یہ لوگ گناہ کی وجہ سے اپنے باغ کی پیداوار سے محروم ہو گئے ۔ خود اللہ تعالیٰ کا کلام پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے (شوریٰ ع ۱۴) وما اصابکم من کثیر ۔ ترجمہ اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہنچتی ہے ۔ اور ہر گناہ پر نہیں پہنچتی بلکہ بہت سے گناہ تو حق تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ۔ کہ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تمہیں بتاؤں ۔ اے علیؓ جو کچھ بھی تمہیں پہنچے ۔ مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب یا دنیا کی اور کوئی مصیبت ہو وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے ۔

جناب ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام لاہور

السلام علیکم ۔ آپ کے ۲۱ رمضان کے پرچے کے صفحہ ۵ پر مسئلہ رفع الیدین بڑے شد و مد سے پیش کیا گیا ہے ۔ موجودہ حالات میں ایسے فروعی مسائل پر معرکہ آرائی کسی طرح پسندیدہ نہیں پھر مضمون نگار میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ اپنا نام بھی ظاہر کر سکیں ۔ بدیں وجہ ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں ۔ اگر احناف کے دینی پرچے بھی اسی طرح جوابات پر اتر آئیں تو ظاہر ہے ۔ کہ ملک کا کوئی طبقہ اس الجھاؤ کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھے گا ۔ اور آپ کے ساتھ ہم بھی نشانہ تضحیک بنیں گے ۔

ہم حیران ہیں کہ ملک کے دین پسند ذمہ دار حضرات ان اہلحدیث دوستوں کو جو آئے دن ان فروعی مسائل کا محاذ لگاتے رہتے ہیں ۔ کیوں نہیں ٹوکتے اور ان کے پرچوں کی اس روش کا نوٹس کیوں نہیں لیتے ۔ ان بزرگوں کا فرض تھا کہ بجائے اس کے کہ فریق ثانی کوئی جوابی کاروائی کرے یہ حضرات اس فرقہ وارانہ روش کا پوری ذمہ داری سے محاسبہ کریں ۔

بہرحال ہم آپ کی خدمت میں گذارش کناں ہیں ۔ کہ آپ اپنے مذکورہ مندرجات پر اگر واقعی مصر نہیں اور مضمون نگار نے ان میں مغالطہ دہی نہیں کی تو بجائے اخبارا

ے اس مقابلے کے آپ کسی تیسری جگہ پر تشریف لے آئیں پ کی پوری تسلی کر دی جائے گی ۔ اس میں مناظرہ بازی کا اندازہ بھی نہ ہوگا ۔ یہ بھی پتہ چل جائے گا ۔ کہ آپ کے پرچے کے چند مذکورہ مندرجات میں بددیانتی سے کام لیا گیا ہے آپ کے انتظار رہے گا ۔ جگہ اور تاریخ کے لئے باہمی مشورے کی ضرورت ہوگی

وسنت کرشنگر)
(ابوبکر اویس احمد شبلی صدر ادارہ تبلیغ القرآن

دعائے صحت

ایڈیٹر خدام الدین ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کئی دنوں سے تکلیف میں مبتلا ہیں ۔ چند دن ہوئے یکایک ان کی طبیعت بے حد خراب ہو گئی ۔ قارئین کرام سے بالعموم اور حضرت شیخ التفیر قدس سرہ کے خلفاء کرام سے بالخصوص درخواست ہے ۔ کہ وہ موصوف کی صحتیابی کے لئے خلوصِ قلب سے دعا فرمائیں (نور محمد انور)

دعائے مغفرت

جمیعۃ العلماء اسلام ملتان کا یہ اجلاس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر ان کے لئے دعاء مغفرۃ اور رفع درجات کی دعا کرتا رہے ۔ اور ان کے پسماندگان کے لئے اظہار تعزیت کرتا ہے دعا ہے کہ رب العزت ان کے خدمات دینیہ کو قبول فرمائیں ۔ (ناظم دفتر جمیعۃ علمائے اسلام ملتان

بقیہ : ایک ہونہار بچہ

اور چھ ماہ کا پیشگی خرچ بھی جمع کرا دیا ۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی ۔

ناظرین کرام ! آپ ریاض شہید کے لئے دعا کریں کہ خداوند کریم اس کی شہادت کو قبول فرماتے اور بہشت میں اسے اعلیٰ مقام سے نوازے اور اس کے غمگین والدین کو صبر و شکر کی توفیق بخشے ۔

پیارے بچو ! آپ سب میرے لئے بمنزلہ ریاض ہیں ۔ ریاض کی زندگی کا نظریہ محنت اور خدمت تھا ۔ آپ بھی اس نظریہ کو اپنائیں اور اسی کی بدولت دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کریں آمین ! ؎

مشقّت کی ذلّت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
بغیر اس کے ہرگز کسی نے نہ پائی
نہ عزت ، نہ عظمت ، نہ فرمانروائی

انتقال پُر ملال

جمعیت العلماء اسلام شہر قصور کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری شریف صاحب قصوری کے حقیقی ماموں مولانا حکیم فضل الدین صاحب ۱۴ رمضان المبارک جمعۃ المبارک کے دن طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ جمیع قارئین کرام سے التماس ہے ۔ کہ وہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور قاری صاحب و دیگر پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرماویں ۔

جامع مسجد حنفیہ محلہ نہرانوالہ شیخوپورہ ۔

میں انجمن اصلاح المسلمین کے بہ زیر اہتمام مدرسہ تعلیم القرآن کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا ہے ۔ داخلہ لینے والے طلبہ جلد از جلد متوجہ ہوں ۔ رہائش و خوراک کا انتظام مدرسہ کے ذمہ ہو گا ۔

(عبدالرحمٰن لدھیانوی صدر انجمن اصلاح المسلمین شیخوپورہ)

دورہ حدیث شریف کے طلباء کیلئے خوشخبری

مدرسۃ العلوم میں حسب معمول امسال بھی زیر نگرانی محقق دوراں ابو حنیفہ زمان حضرت العلوم مولانا فراز خاں صاحب مدظلہ صفدر چار صد علمائے کرام حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں گے دیگر تمام ضروریات کا مدرسہ خود کفیل ہو گا ۔ جلد از جلد داخلہ لینے کی کوشش فرماویں :

(شعبہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

خوشخبری

رحیم یار خاں ۔ مدرسہ جامعہ سلیمانیہ سراجیہ رحیم یار خاں میں حسب دستور نئے تعلیمی سال کا داخلہ مورخہ پندرہ شوال المکرم مطابق ۷ فروری ۱۹۶۶ء بروز سوموار سے شروع ہو رہا ہے ۔ جس میں حفظ قرآن پاک جامعہ اسلامیہ کے نصاب کے مطابق علوم عربیہ کی مکمل تعلیم لازمی اور صرف انگریزی میٹرک تک اختیاری ۔ اور مولوی فاضل پنجاب و سندھ و یونیورسٹی کی تسلیم و امتحانات کے لئے تیاری کے انتظامات بھی ہو چکے ہیں ۔ شائقین حضرات فوراً داخلہ لیں (مدرسہ)

داخلہ

تشنگان علوم دینیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جامعہ حنفیہ سراج العلوم لاہور کا داخلہ ۱۰ شوال المکرم تک جاری ہے اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے جلد از جلد داخلے کے لئے ناظم اعلیٰ سے رابطہ پیدا کریں ۔

(ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ سراج العلوم فتح محمد روڈ نزد لاہور ہوٹل لاہور)

اعلان جلسہ

جامعہ رشیدیہ منٹگمری کا ۱۹۶۶ء سالانہ اجلاس ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ / ۲ / ۳ / ۴ ، ذالحجہ ۱۳۸۵ھ جمعہ ، ہفتہ ، اتوار تجویز ہوا ہے ۔ حضرات و احباب تاریخ نوٹ کر لیں ۔

(مدیر الجامعہ ۔ فاضل رشیدی)

اعلان

تمام مجالس تحفظ ختم نبوّت کو مطلع کیا جاتا ہے ۔ کہ بوجہ رمضان المبارک کے ممبر سازی میں دقت ہو گی ۔ لہٰذا اب ممبر سازی کی تاریخ ۲۰ شوال تک توسیع کر دی ہے ۔ ۳۰ شوال تک تمام کاپیاں اور رقوم دفتر مرکزیہ ملتان میں پہنچ جائیں ۔ تاکہ انتخاب کی تاریخ سے ان کو مطلع کیا جا دے ۔

جن جماعتوں کی ممبر سازی ۲۰ شوال تک نہ ہو سکی یا ۳۰ شوال تک نہیں ممبری کی رسید بکیں اور رقوم پہنچ نہ ہو سکیں ۔ تو ان کو انتخاب کی تاریخ سے آگاہ نہیں کیا جائے گا ۔

لہٰذا احباب تاریخ مذکورہ تک کوشش وسعی کر کے اطلاع دیویں ۔ محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان)

جامع ترتیل القرآن

اندرون شیرانوالہ دروازہ لاھور میں طلباء تجوید کا داخلہ شروع ہو چکا ہے ۔ مدرسہ ھذا کے صدر مدرس رئیس القراء حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب ہیں محترم جناب الحاج سیٹھ محمد یوسف صاحب کے ارشاد کے مطابق میٹرک پاس طلباء کو چالیس روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا ۔ شائقین حضرات فوری توجہ فرمائیں ۔ محمد رفیق مہتمم جامعہ

جامعہ قاسمیہ میں داخلہ

لائل پور ۔ ضلع لائلپور کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد میں علوم عربیہ کے طلباء کا داخلہ شروع ہو چکا ہے امسال ابتدائی کتب عربیہ کی تعلیم دی جائے گی ۔ ملک کے مشہور خطیب حضرت الحاج مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب خود تدریس کا کام سرانجام دیں گے ۔ نیز جامعہ قاسمیہ میں شعبہ تجوید اور روایت امام حفصؒ و ناظرہ کا بھی عمدہ انتظام کیا گیا ہے ۲۵ شوال تک داخلہ جاری رہے گا ۔ فوراً طلباء داخلہ کی درخواستیں بھیج دیویں ۔ جامعہ بیرونی طلباء کے قیام ۔ طعام ۔ لباس ۔ ادویات وظیفہ کا خود کفیل ہے ۔ ناظم جامعہ قاسمیہ لائل پور ۔

اعلان عید الفطر کی نماز کے بعد ایک ٹوکری ملی ہے جس میں زنانہ پارچات ہیں ۔ جس کسی کے ہوں نشانی بتا کر دفتر خدام الدین سے لے جائیں

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا

بچوں کا صفحہ

ایک ہونہار بچہ

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل بہاولپور

ریاض ایک محنتی اور ہونہار بچہ تھا۔ آج سے بائیس برس پہلے وہ ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہُوا۔ ابھی چار سال کا تھا کہ اس نے قرآن مجید پڑھ لیا۔ اور اگلے سال دوسری جماعت میں داخل ہو گیا۔ وہ اتنا محنتی تھا۔ کہ تین سال میں پرائمری پاس کرنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ (لاہور) میں داخلہ لے لیا۔ ابھی ساتویں جماعت کا امتحان پاس نہیں کیا تھا کہ گیارہ برس کی عمر میں پی، اے، ایف پبلک سکول سرگودھا کے لئے منتخب ہو گیا۔ یہ انتخاب کافی سخت ہوتا ہے۔ تاہم ریاض خاص انگریزی سکول کے طلباء کو پچھاڑ کر کامیاب ہو گیا۔ اور یہ اس کی محنت اور قابلیت پر دال ہے جو اس نے اپنے والد کی زیر تربیت محنت کی عادت ڈالی۔ وہ اتنا سعادت مند تھا کہ والدین کے سامنے چوں بھی نہیں کرتا تھا۔ دینداری کا یہ عالم تھا کہ نماز اور جمعہ اپنے والد کے ساتھ مسجد میں ادا کرتا تھا۔ اُسے قرآن فہمی کا بڑا شوق تھا چنانچہ اکثر بامعنی قرآن پڑھتا تھا اور یہ رنگ سرگودھا سکول میں بھی بدستور رہا۔ چنانچہ وہاں سے دیگر انعامات کے ساتھ اُس نے ایک انگریزی قرآن مجید بھی خاص انعام میں حاصل کیا۔ جس میں مسٹر پکھتال کا ترجمہ تھا۔ ریاض کے اس شغف کو دیکھ کر عربی عبارت اور انگریزی ترجمے کا قرآن اُن کے والد کی طرف سے دیا گیا۔ جس سے ریاض نے تازیست فیض حاصل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریاض پر مذہب کا رنگ غالب رہا۔

۱۹۶۰ء میں ریاض نے میٹرک کا امتحان انگریزی میں دیا اور ۲۶، نمبر حاصل کر کے اچھی خاصی پوزیشن حاصل کی۔ انگریزی میٹرک میں یہ پوزیشن بھی اس کی محنت و قابلیت کا ثبوت ہے۔ اب والدین نے اُسے کالج بھیجنا چاہا۔ لیکن وہ اتنا تھا کہ وہ پائلٹ بننے پر اصرار کرنے لگا۔ وہ ہمیشہ ہوائی جہاز اور پرندوں کو آسمان پر اُڑتے دیکھتا رہتا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے اُسے اسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ جس کی تربیت قدرت خود گہوارہ میں کرتی رہی۔ کیونکہ ریاض بچپنے میں ہی اونچا جھولا جھولنے کا عادی تھا۔

۱۹۶۱ء میں وہ اپنی محنت اور صلاحیت کے بل بوتے پر رسالپور کالج پہنچ گیا۔ اور وہاں کا کورس ڈیڑھ سال میں ختم کر کے امریکہ میں کے لئے منتخب ہو گیا۔ امریکہ جانے سے پیشتر وہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوا۔ اُس کے والد بھی ہمراہ تھے۔ اور اسی دن ایک پردیسی کے جنازے میں بھی سب کے ساتھ شریک ہوا۔ اور حضرت ممدوح کے بعد ڈاکٹر مناظر حسین سے بھی بات چیت کی۔ اس دن وہ بڑا ہی خوش و خرم نظر آتا تھا۔ سب نے دعا دی اور جملہ خویش و اقارب نے تشکرانہ کے ساتھ اُسے الوداع کیا۔ حضرت امیر انجمن خدام الدین نے ایک رسالہ اُس کے نام جاری کر دیا۔ تاکہ مذہبی رنگ بحال رہے۔ چنانچہ ریاض رسالہ کا مطالعہ کر کے اسے امریکن لائبریری میں جمع کراتا رہا۔

امریکہ میں اپنی فطری صلاحیتوں کے باعث بڑا نام پایا۔ اور نہایت اعلیٰ ریمارکس لے کر واپس وطن لوٹا۔ اُن کے والد کا کہنا ہے کہ امریکہ سے واپسی پر دینداری کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ جس سے انہیں سخت دُکھ ہُوا تاہم پیار سے انہوں نے آہستہ آہستہ اسلامی رغبت دلائی۔ جسے سعادت مند بیٹے نے بخوشی و خاطر قبول کیا۔ وہ والدین کے تابع فرمان بیٹا اور بہن بھائیوں کے لئے شفیق بھائی تھا۔ اُس کے اندر گذشتہ ایک سال سے ملک اور عوام کی خدمت کا جذبہ بہت بڑھ گیا تھا چنانچہ موجودہ سترہ روزہ جنگ میں بھی اُس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھلائے اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ ایسے ایسے جنگی کارنامے کئے جسے دنیا جانتی ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے اُس نے فلائنگ آفیسر کے عہدہ پر ترقی پائی تھی اُس کے حوصلے بہت بلند تھے۔ اور دشمن سے پھر پنجہ آزمائی کے لئے بے چین رہتا تھا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ستائیس نومبر کو ریاض اپنی روزمرہ کی جنگی مشق کے لئے جہاز لے کر اُڑا۔ اتفاق سے جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور جہاز نہ سنبھل سکا۔ اگر وہ چاہتا تو ہو جاتا۔ مگر اُس کے دل میں ملک اور قوم کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے دیکھا کہ نیچے زد میں ایک گاؤں چک نمبر ۲۹ جنوبی ہے اور جہاز میں بم اور اسلحہ موجود ہے۔ پتہ نہیں کتنا جانی اور مالی نقصان ہو گا۔ اور وہ گاؤں جہاز گرنے سے تباہ ہو جائیگا چنانچہ ریاض گاؤں کو بچاتا ہُوا جہاز آگے لے گیا۔ مگر اب اتنا وقت نہ رہا تھا کہ خود ہو جاتا۔ چنانچہ جہاز زمین پر آ رہا اور اس کے ساتھ ہی ریاض بھی شہید ہو گیا۔ لہ الحکم والیہ ترجعون ؁

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یہ ساڑھے گیارہ بجے کا واقعہ ہے۔ مَیں ساڑھے بارہ بجے گھر گیا تو دیکھا کہ ریاض کی امی جان رو رہی ہیں۔ یہ روحانی چیز ہے۔ شہید کے پارچات سے ایک کاغذ کا پُرزہ ملا ہے۔ جس پر چند شعر درج ہیں۔ جن کا مطلع یہ ہے ؎

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں

ان اشعار سے ریاض کا ذوق اور عمل سے اندازہ لگائیں کہ اس کے دل میں عوام کی خدمت کا کتنا جذبہ تھا۔ آج گاؤں والے بھی اس پر فخر کرتے ہیں کہ اتنا بہادر کہ اپنی جان پر کھیل گیا۔ اور گاؤں والوں کو بچا لیا۔ اور خود زندۂ جاوید ہو گیا۔

پیارے بچو! ہمارا ایمان ہے کہ شہید زندہ ہیں اور وہ اللہ کے ہاں خوش و خرم ہیں۔ ہمیں بھی ایسی ہی موت کی تمنا کرنی چاہیئے۔ اور زندگی مخلوق خدا کی خدمت میں گذارنی چاہیئے تاکہ ہم بھی زندہ جاوید ہو جائیں۔ موت کا ایک وقت اور جگہ مقرر ہے اس سے گریز ناممکن ہے۔

ریاض والدین کا نہایت تابعدار بیٹا تھا۔ گذشتہ سال اُس نے کار خریدنے کا ارادہ کیا مگر مگر والدین کے کہنے پر مکان یا زمین خریدنے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس کے آخری خطوط میں یہی تذکرہ ہے کہ ابا جان زمین خریدنے کی جلدی فکر کریں اور پنشن لے کر خود آرام کریں۔ والد کو کیا علم تھا کہ والدین کو آرام پہنچانے والا نورِ نظر خود ہی جلدی اپنی آخری آرامگاہ میں پہنچ جائے گا ؎

وہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھِل کے مسکرا نہ سکا

ریاض بہن بھائیوں کے لئے بڑا ہی شفیق تھا۔ وہ ان کو اکثر کہا کرتا تھا کہ تم خوش قسمت ہو کہ مَیں تمہارے لئے کافی کما رہا ہوں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلاؤں گا۔ اس طرح سارے خاندان کے حوصلے بہت بلند تھے۔ شہادت سے چند روز پیشتر والدین کو بہاولپور ملنے کے لئے آیا اور اپنی ہمشیرہ کو بہاولپور کی بجائے اپنے خرچ پر لاہور داخل کرا گیا۔

(باقی ص۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۴-۱- اگست ۱۹۶۴ء